REGD. NO. K. N. 01/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

POSTAL REGISTRATION NO P/GDP-23

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

خلافت نمبر

ایڈیٹر۔ منیر احمد خادم

نائبین۔ قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

The Weekly "BADR" QADIAN-143516.

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۴۴ | شمارہ ۲۰-۲۱

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کا تبلیغی، تعلیمی اور تربیتی ترجمان | ۱۷/۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۵ | ۱۸/۲۵ ہجرت ۱۳۷۴ ہش | ۱۸/۲۵ مئی ۱۹۹۵ء

ارشاد باری تعالیٰ

ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں سے خلافت کا وعدہ

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ النور: آیت ۵۶)

ترجمہ:۔ اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے وہ اُن کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کر دے گا۔ اور ان کی خوف کی حالت کے بعد وہ اسے ان کے لئے امن کی حالت میں تبدیل کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً عاضاً فتکون ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون ملکاً جبریۃ فیکون ما شاء اللہ ان یکون ثم یرفعھا اللہ تعالیٰ ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ ثم سکت۔

(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب الانذار و التحذیر)

ترجمہ:۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق کاٹ ڈالنے والی بادشاہت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا یہ بادشاہت قائم رہے گی پھر اللہ اس کو بھی اٹھا لے گا۔ پھر ظالمانہ بادشاہت قائم ہوگی جب تک اللہ چاہے گا یہ بھی رہے گی پھر اللہ اس کو بھی اٹھا لے گا۔ اس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت راشدہ کا دور شروع ہوگا۔ (راوی کہتے ہیں) یہ فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۰ واں جلسہ سالانہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۰ واں جلسہ سالانہ انشاء اللہ ۲۸۔ ۲۹ اور ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار اسلام آباد (سرے انگلستان) میں منعقد ہوگا

جماعت احمدیہ برطانیہ کا یہ جلسہ سالانہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت شمولیت کی وجہ سے مرکزی اہمیت کا حامل جلسہ ہے جس میں اکناف عالم سے عشاق اسلام جوق در جوق تشریف لاتے ہیں۔ دراصل یہ جلسہ سالانہ اس مرکزی جلسہ سالانہ کی ایک شاخ ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں جاری فرمایا تھا اور اس کے بارہ میں فرمایا تھا۔

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے ..... اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے ..... اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

اس جلسہ سالانہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایمان افروز خطابات مرکزی حیثیت رکھتے ہیں علاوہ ازیں نماز تہجد اور پانچوں نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں۔ علماء سلسلہ کے خطابات ہوتے ہیں اور سارا وقت دعاؤں، عبادات اور ذکر الٰہی کے روح پرور ماحول میں بسر ہوتا ہے۔ الغرض یہ تین دن روحانی اور علمی ترقی کے لئے انمول ایام ہیں جن سے احباب جماعت کو بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔

احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کو ہر پہلو سے بہت ہی کامیاب فرمائے اور اس میں شامل ہونے والوں کو اس کی عظیم نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ (عطاء المجیب راشد افسر جلسہ گاہ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر نگران بورڈ بدر قادیان

لا اله الا الله محمد رسول الله
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۱۸/۲۵ ہجرت ۱۳۷۴ ہش

بڑھتی ہوئی یہ تمنائے خلافت

ایک عرصہ سے مسلمانوں میں شدت سے یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ انہیں موجودہ دورِ تنزل و انحطاط سے نکال کر اگر کوئی چیز کامیابیوں سے ہمکنار کر سکتی ہے تو وہ نظام خلافت ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے مختلف ممالک میں طرح طرح کی کوششیں جاری ہیں۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ خلافت کے نتیجہ میں ہی مسلمانوں کی نشأۃِ ثانیہ ہو سکتی ہے لیکن ان خواہش کرنے والوں کی نیتوں کے پیچھے حصول خلافت کی خواہش میں صرف تمام تر دنیوی مفادات وابستہ ہیں اور مقصد صرف یہ ہے کہ الٰہ دین کے چراغ کی طرح کوئی ایسا خلیفہ ہاتھ لگ جائے جو سیاسی و دنیوی اعتبار سے ایک طرف تو مسلمانوں کو شان و شوکت اور رعب و دبدبہ عطا کر دے تو دوسری طرف مسلمانوں کے علاوہ روئے زمین کے باقی تمام غیر مسلموں کو اپنی تیز تلوار کی دھار سے موت کے گھاٹ اتار دے۔

کیا کبھی کوئی ایسا خلیفہ مل سکتا ہے؟ کیا ماضی میں خلفائے راشدین کیسے ہی مناصب تھے؟؟ کیا ان کی یہ خواہش قیامت تک پوری ہو سکتی ہے!؟؟ ان سب امور کے متعلق آج کی گفتگو میں ہم غور کریں گے۔

یہ بات یاد رکھی جانے کے قابل ہے کہ نبی اس زمین پر خدا کا خلیفہ ہوتا ہے اور خدا سے حاصل کر کے اپنے بندوں میں احکامات و ہدایات نافذ کرتا ہے اور پھر نبی کی وفات کے بعد اس کے خلفاء اسی سلسلہ ہدایت کو جاری رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جس کا اجراء بذریعہ نبی اس دنیا میں ہوتا ہے۔ اور ان معنوں میں نبی کا خلیفہ بھی خدا کا خلیفہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر چہار خلفاء راشدین اسی منصب مبارک پر فائز تھے ان کے بعد اگرچہ بنو امیہ اور بنو عباسیہ بادشاہوں نے اپنے ناموں کے آگے بھی لفظ "خلیفہ" لگائے رکھا لیکن اصل میں وہ اس روحانی خلافت کے ہرگز مستحق نہیں تھے اور نہ ہی ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کا لفظ استعمال فرمایا بلکہ آپؐ نے منہاج نبوت پر چلنے اور چلانے والوں کے حق میں ہی خلیفہ کا لفظ استعمال فرمایا اور بعد میں منہاج نبوت سے ہٹ کر دنیوی طرز پر دنیوی مفادات کے تحت بادشاہتیں چلانے والوں کے متعلق "بادشاہ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

(مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر)

اب آج جو لوگ خلافت کی خواہش کرتے ہیں وہ منہ سے تو خلیفہ کا نام لیتے ہیں لیکن جب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو ایک ایسے مطلق العنان بادشاہ کی خواہش رکھتے ہیں جو علم و عمل سے عاری سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگا کر ذی شانی تخت حکومت پر بٹھا دے۔ یہ لوگ ایسے خلفاء کو نہیں چاہتے جن کے دور میں ایک ہی اسلامی جھنڈا پورے بلادِ اسلامیہ پر لہرا رہا تھا۔ بلکہ ایسے بادشاہوں کا دور تلاش کرتے ہیں جن کے وقتوں میں سپین میں الگ حکومت تھی بغداد میں الگ حکومت تھی اور مصر میں الگ۔ کیا ایسے بادشاہ جن کی حکومتیں خود بعد میں تنزل و پستی کا شکار ہو گئیں مسلمانوں کے مسائل حل کر سکتے ہیں یا ان مسائل و مصائب کے حل کے لئے کسی ایسے روحانی خلیفہ کی ضرورت ہے جس کا قیام خلافت علیٰ منہاج نبوت پر ہو۔ ایسی خلافت کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جسے اس وقت زیر بحث لانا مقصود ہے۔

بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا یہ شدید قسم کا دور انحطاط جسے نہ صرف آج ہم اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں بلکہ غیر بھی نہ صرف محسوس کر رہے ہیں بلکہ دلی طور پر اس سے خوش ہو کر ناجائز فائدے بھی حاصل کر رہے ہیں۔ یہ انحطاط دراصل مسلمانوں کی بدعملی کے باعث مقدر تھا۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشگوئی آج سے چودہ سو سال قبل فرما دی تھی آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کی بعثت مبارکہ کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کا دور آئے گا۔ پھر کاٹنے والی حکومت کا دور آئے گا۔ پھر جبری حکومت کا دور چلے گا۔ اور انتہائی زوال کے بعد پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کا دور آئے گا۔ (مسند احمد)

پہلی مرتبہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کے انقطاع پر قرآن مجید میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری روحانی بعثت کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا۔

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بعثت تو اولین میں ہو چکی اور ایک بعثت آخرین میں بھی مقدر ہے۔ اور وہ آخرین ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے۔ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ اے رسول خدا یہ آخرین کون ہیں جن میں آپ کی روحانی بعثت ثانیہ مقدر ہے تو آپ نے حضرت سلمان فارسیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری)

اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا۔ تو سلمان فارسیؓ کی قوم یعنی ایرانیوں میں سے ایک یا کچھ اشخاص اسے پھر واپس لے آئیں گے گویا آپؐ نے آخرین میں اپنی بعثت اپنی امت میں سے ایک ایسے روحانی فرزند جلیل کے ذریعہ قرار دی جس کا تعلق اہل فارس سے ہوگا اور جس کے ذریعہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام عمل میں آئے گا۔ اسی وجود کو آپ نے ایک مقام پر ابن مریم فرمایا تاکہ یہ واضح فرمائیں کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودہویں صدی میں تشریف لائے تھے وہ بھی آپکے بعد چودھویں صدی میں آئے گا۔ اور اسی لئے بھی آپ نے اس کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا تاکہ واضح فرمائیں کہ مسلمان اس کے دور میں اس قدر بگڑ جائیں گے جس قدر حضرت عیسیٰ کے دور میں یہودی بگڑ گئے تھے اور جو برائیاں ان میں رواج پکڑ گئی تھیں وہ ان میں بھی رائج ہو جائیں گی۔ اور اس لئے بھی آپ نے اس کا نام عیسیٰ بن مریم رکھا تاکہ یہ اشارہ فرمائیں کہ جس دور میں اس کی بعثت ہوگی اس وقت عیسائیت کے باطل عقائد کا روئے زمین پہ ایک شور برپا ہوگا۔ اور گویا عیسیٰ ہی عیسائیت کے باطل عقائد کے خاتمے کا ذریعہ ہوں گے۔ اور اس لئے بھی آپ نے اس کا نام عیسیٰ رکھا تا مسلمانوں پر یہ واضح فرمائیں کہ آنے والا خلیفہ عیسیٰ کی طرح نرم مزاج اور حلیم ہوگا۔ یہی راز ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں "یضع الحرب" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں

اسی طرح آپ نے آنے والے کا نام مہدی بھی رکھا کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے اندرونی فرقوں کی ہدایت مقدر تھی۔ اور مہدی کا لفظ یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ خدا سے ہدایت حاصل کر کے پھر بنی نوع انسان کی ہدایت کا سامان کرے گا۔

پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی بگڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے عظیم الشان روحانی خلیفہ کے ذریعہ سدھر سکتی ہے (باقی صفحہ ۱۵ پر)

ارشاد نبوی ﷺ
السلام قبل الکلام
(بات کرنے سے پہلے سلام کر لیا کرو)
(مشکوٰۃ)
بشکریہ از: امراء جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا:-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶- مینگولین کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

بانی پولیمرز
YUBA
QUALITY FOOT WEAR
کلکتہ - ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز:
43-4028-5137-5206

میں خُدا کی ایک مجسم قدرت ہوں

اور

میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے

کلمات طیبات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ خُدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خُدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خُدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے ...... سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خُدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خُدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خُدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے۔ پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خُدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"

الوصیت صفحہ ۶-۷

خطبہ جمعہ

اسماء باری تعالیٰ یعنی صفات الٰہی پر غور کر کے اس سے فائدہ اٹھانا ایک لازوال مضمون ہے

لامتناہی ترقی کیلئے اسماء باری تعالیٰ پر غور ضروری ہے مگر ان احتیاطوں کے ساتھ جو قرآن نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں

ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بتاریخ ۱۴ شہادت ۱۳۷۴ ہش مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۹۵ء بمقام مسجد فضل لندن، برطانیہ

خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات قرآنیہ تلاوت کیں:-

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ
لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ
اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝
قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝

(سورۃ الانعام: ۱۰۲ تا ۱۰۵)

عید سے پہلے میں نے اپنی ایک رؤیا کے حوالے سے اسماء باری تعالیٰ کا مضمون شروع کیا تھا جو وقت کی رعایت کے مطابق بنیادی طور پر میں نے اس کا آغاز تو کر دیا تھا مگر بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ابھی تشنہ رہ گئی تھیں۔ مگر اس سے پہلے میں ان آیات کی تلاوت کی حکمت بتانا چاہتا ہوں جو میں نے ابھی پڑھی ہیں اس مضمون سے ان آیات کا گہرا تعلق ہے لیکن خصوصیت سے اس غرض سے میں نے ان آیات کی تلاوت کی ہے کہ جب بھی ایک موضوع چھیڑا جاتا ہے خطبات وغیرہ میں تو احمدیوں میں جو ذہین اور زیادہ ذہانت رکھنے والے یا علمی ذوق شوق رکھتے ہیں وہ بڑی تیزی کرتے ہیں ان باتوں پر مزید غور کرنے کی اور جلدی میں بسا اوقات حدوں سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ وہ مضمون ہے جس میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ قطعی طور پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" تمہاری بصیرت، تمہاری سوچیں تمہارے فکر خواہ کتنے ہی روشن کیوں نہ ہوں ناممکن ہے کہ تم خدا کا ادراک کر سکو۔ ہاں اس حد تک جس حد تک خود خدا تمہاری بصیرت تک پہنچے وہ خود تم پر جا کر تم کو روشن فرمانا چاہے بس اسی حد تک تم اس کو پہچان سکو گے جس حد تک وہ خود تم پر جلوہ گر ہو۔

اور اسی تعلق میں اگلی آیت یہ ہے کہ "قد جاءکم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ" پس وہ بصائر جو خدا نام سے تعارف کروا سکتی ہیں وہ ظاہر کر دی گئی ہیں یعنی تمہاری ہمتوں اور عقل کی حدود کی حد تک۔ پس جو بھی ان سے نصیحت حاصل کرے گا، ان پر غور کرے گا، ان سے استفادہ کرے تو اس کے اپنے نفس کے فائدے کے لئے ہے۔ اور جو کوئی ان سے آنکھیں بند کرے گا تو اس کا نقصان اسی کو اٹھانا پڑے گا۔ وہ بصائر قرآن کریم نے بیان کی ہیں وہ بصائر اس قرآن کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نازل فرمایا گیا پس خدا کے تعلق میں اس سے آگے زبان کھولنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ اگر وہ کھولے گا تو اپنی ہلاکت کا موجب بنے گا۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بہت انذار فرمایا ہے کہ تم ایسی بات نہ کیا کرو خدا تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے کے متعلق جس کے نتیجے میں تم ہلاک بھی ہو سکتے ہو۔ پس اپنی فکروں کو دوسرے دائروں میں رکھیں مگر اس دائرے کو اس حد تک محدود رکھیں کہ قطعی طور پر قرآن سے جو استنباط کر سکتے ہیں یا کا قرآن بھی مؤید ثابت ہو اور جس کی حدیث بھی مؤید ثابت ہو اتنی ہی باتیں کریں اس سے بڑھ کر اپنے خیالات کو اجازت نہ دیں کہ وہ اس مضمون میں قدم رکھیں۔ اس نصیحت کے ساتھ، اسی آیت کی روشنی میں میں اس مضمون کو کچھ آگے بڑھانا چاہتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا کے ذریعے مجھ پر ظاہر فرمایا اور پھر آگے وہ کھلتا چلا گیا پھول کی طرح اور خود بخود آگے بڑھتا رہا گویا رؤیا ہی کے عالم میں ہوں۔ کچھ حصے میں نے بیان کئے تھے کچھ ابھی باقی تھے۔

ایک میں نے ذکر کیا تھا کہ ہمیں قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے۔ "کل یوم ھو فی شان ۝ فبای الاء ربکما تکذبان" (سورۃ الرحمٰن: ۳۰، ۳۱) ہر دن ہر وقت وہ ایک نئی شان میں ہے یا ایک شان کے ساتھ ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ پس اے بڑے لوگو اور چھوٹے لوگو تم خدا کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے۔ اس ضمن میں ایک حوالہ میں نے انسانی زاویہ نگاہ سے دیا تھا اور اس کے بعد پھر میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک تائیدی حوالہ اس مسلک کی تائید میں پیش کیا جو میں سمجھا تھا۔ اور پھر میں نے وعدہ کیا تھا کہ باقی مضمون مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن اس میں کچھ اور باتیں بھی کہنے والی تھیں جو رہ گئی تھیں جن کے ذکر کے بغیر وہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔

سب سے اہم بات، جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ زمانہ کیا چیز ہے کن معنوں میں خدا میں نہیں پایا جاتا جو صرفی اور نحوی تعریف ہے وہ انسانوں کے معاملے میں بھی ناقص ہے اور خدا پر اطلاق کی صورت میں بھی ناقص ہے۔ پس اس کا ایک حصہ جو اطلاق پاتا ہے اس حد تک ہم اطلاق کر سکتے ہیں۔ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور زمانہ ہے کیا؟ اس کی تعریف وہاں موجود نہیں اس لئے اس کی ایک تعریف ہمیں خود سمجھنی پڑے گی۔ جو تعریف رؤیا کے دوران ہی اور کچھ اس کے بعد مجھ پر روشن فرمائی گئی وہ یہ تھی کہ وہ چیز جس کا آغاز نہ ہو اور انجام نہ ہو اور جس کی ذات میں تبدیلی نہ ہو وہ زمانے سے پاک ہے۔ اور یہ صرفی تعریف نہیں ہے نہ نحوی تعریف ہے۔ وہ اور معنوں میں تعریف ہے مگر اس تعریف نے ایک اشارہ کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس اشارے کو مزید آگے بڑھا کر معاملہ روشن فرما دیا۔ اس سے بعض ایسی چیزیں ہیں جن میں زمانہ کا ایک تاثر ملتا ہے لیکن یہ باتیں اس میں نہیں ہیں۔ پس ہر وہ زمانے کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کی ذات کی تبدیلی لازم آئے اور ہر وہ زمانہ کا تصور جس میں خدا تعالیٰ کا آغاز اور انجام کا تصور نہ آئے وہ زمانہ خدا کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے اسے

منسوب فرمایا ہے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کو پیدا کرنے کا تو "کن" کہتا ہے اور "یکون" شروع ہو جاتا ہے تو جب کہتا ہے وہ کسی وقت سے تعلق رکھنے والی چیز ہے۔ جب "کن" کہتا ہے تو اس سے پہلے وہ چیز وجود میں نہیں ہوتی اور یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں ان کا آغاز بھی اسی مضمون کو بیان فرما رہا ہے۔

"بدیع السموٰت والارض" وہ ہے جس سے زمین و آسمان کی پیدائش کا آغاز ہوا ہے۔ بدیع، ایسے آغاز کو کہتے ہیں جس کو عرف عام میں ہم خلق کا نام دے لیتے ہیں مگر حقیقت میں قرآنی اصطلاح میں بدیع اور خلق میں ایک فرق ہے۔ بدیع ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو اور خلق اس چیز کو کہتے ہیں کہ ادنیٰ حالت میں حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جائیں یا کر دی جائیں اور نئی نئی صورتوں میں وہ چیز ظاہر ہونا شروع ہو جائے مثلاً کیمیکلز ہیں۔ کیمیکلز کے آپس میں ملانے سے اور ان کے آپس میں ادلنے بدلنے سے ان کے فارمولے بدلنے سے نئی نئی چیزیں وجود میں آتی ہیں اور ایک پوری شاخ ہے سنتھیٹک کیمسٹری کی جو صرف اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہے کہ ایسی کیمیا بنائی جائیں جن کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا مگر کیمیا سے وہ کیمیا بنتی ہے عدم سے نہیں بنتی۔ اس لئے اس کے اوپر بدیع کا لفظ نہیں آتا اس کے اوپر خلق کا لفظ آتا ہے اور ضمنی طور پر اور محدود دائرے میں اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کی خلق کا ذکر فرمایا ہے کہ تم بھی خلق کرتے ہو اس کے اور بھی معنی ہیں ایک یہ بھی معنی ہے۔ خدا کی خلق تم سے بہت زیادہ عظمت رکھتی ہے، بہت بڑی ہے، تمہاری خلق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بہرحال یہ تو واضح مضمون ہے اس میں غالباً کسی پہلو سے بھی اختلاف کی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف محض خلق منسوب نہیں ہوتی بدیع بھی منسوب ہوتی ہے یعنی جب کچھ بھی نہیں تھا ایسی چیزیں اس نے بنائیں جن کا اس سے پہلے وجود نہیں تھا۔ اور زمانے کی تعریف اس پہلو سے ہر مضمون پر صادق آتی ہے لیکن مخلوق کی بدائع پر بھی ثابت آتی ہے اور تخلیق پر بھی ثابت آتی ہے نسبتاً اور معنوں میں۔ بدیع اس لحاظ سے کہ ایک چیز ایسی پیدا ہوئی جس کا کوئی آغاز اس آغاز سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا اور خلق اس لحاظ سے کہ تبدیلیاں ایسی حیرت انگیز ہوئی ہیں کہ نئی سے نئی چیز اس سے پیدا ہونی شروع ہو گئی اور مسلسل منتخب ہو رہا ہے اور یہ دونوں باتیں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں مسلسل دکھائی دے رہی ہیں۔ آغاز سے لے کر آج تک یہی جاری ہے تو یہ وہ تعریف ہے جو بہت اہمیت رکھتی ہے کہ نہ اس کا آغاز ہو وہ ذات جس کا آغاز نہ ہوا انجام نہ ہو جس کے اندر ذات میں تبدیلی نہ پائی جائے وہ زمانے سے آزاد ہے۔ لیکن وہ وجود جب تخلیق کرتا ہے تو مخلوق کے حوالے سے ایک زمانہ کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی ذات میں تبدیلی نہیں آتی۔

یہ وہ مضمون ہے جو قدیم سے فلسفیوں کے زیر نظر رہا ہے اور فلسفیوں کی دنیا میں میرے نزدیک سب سے عظیم فلسفی جو آج تک مذہبی دنیا سے باہر پیدا ہوا ہے۔ وہ ارسطو ہے جو افلاطون کا شاگرد تھا اور یہ سکندر اعظم کا استاد بھی رہا ہے۔ افلاطون کی اکیڈمی میں کچھ دیر پڑھتا رہا۔ جب یہ پچیس سال کا تھا تو افلاطون فوت ہو گیا اور اس کے بعد اس نے اس اکیڈمی سے اپنا تعلق توڑ لیا۔ کیونکہ اس کی سوچیں بہت ہی زیادہ منجھی ہوئی اور اس زمانے سے بہت آگے تھیں جس زمانے میں یہ پیدا ہوا ہے۔ میں خصوصاً اس کا اس لئے ذکر کر رہا ہوں۔ یہ وجہ نہیں کہ تمام فلسفہ جو خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اُس فلسفے کے اوپر آپ سے گفتگو کروں یوں کے اتنا بڑا مضمون ہے کہ ضرورت ہے کہ اس کے اوپر اس مضمون کی حیثیت سے الگ غور و فکر کرکے اس کے اصل سے جماعت کو مطلع کیا جائے۔ لیکن یہ تقریروں میں بیان ہونے والا مضمون بھی نہیں ہے۔ نہ خطبات میں بیان کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ہماری اکثریت جماعت کی جو خطبات اور تقریروں کو سنتی ہے وہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے اور علم کے اعتبار سے اس قسم کے مضامین کو مانا ساتھ ہضم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی اس لئے اس کا تعلق تحریر سے ہے اور ضروری نہیں ہوا کرتا کہ ہر چیز بیان سے ہی تعلق رکھے۔

وہ چیز جس کا آغاز نہ ہو اور انجام نہ ہو اور جس کی ذات میں تبدیلی نہ ہو وہ زمانے سے پاک ہے

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان بھی سکھایا انسان کو اور کلام بھی سکھایا اور "علم بالقلم" اور قلم سے بھی سکھایا ہے تو جو باتیں قلم سے سکھانے والی ہیں انشاء اللہ، اللہ نے توفیق عطا فرمائی تو آئندہ اسی مضمون کو خالصتاً خدا کے تعلق میں میں جماعت کے سامنے پیش کرنے کی دعا کرتا ہوں کہ مجھے سعادت ملے اور وقت ملا اور سعادت ملی تو پیش کروں گا یہاں صرف ضمنی طور پر بتانا مقصود تھا کہ ارسطو آغاز میں معلوم ہوتا تھا کہ افلاطون کے مقابل پر کم روحانیت رکھتا ہے اور خدا کے تصور میں اس سے پیچھے ہے بعض دفعہ خدا کے تصور کے برعکس اس کے فلسفہ میں حوالے ملتے ہیں۔ لیکن جتنا وہ بڑا ہوا ہے اور جوں جوں اس نے زیادہ غور کیا فلسفے کے نقطہ نگاہ سے سب سے قریب خدا کے وہ پہنچا ہے اور خالصتہً فلسفے کے ذریعے اہل تجربہ نہیں تھا اس لئے اسے اس حد تک تو علم ہو گیا کہ ہو سکتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ ہو لیکن اس سے تعلق کا جہاں تک معاملہ ہے اس کا کوئی اشارہ بھی ارسطو کی کتابوں میں نہیں ملتا کہ اس نے ایک ذرہ ایسے خدا سے تعلق قائم کیا ہو جو انسان سے تعلق کے بعد اس پر اپنی رحمتوں کے یا اپنی شان کے جلوے دکھاتا ہو۔ اسی وجہ سے بعض فلسفیوں نے ارسطو کے متعلق یعنی ماڈرن آج کل کے جدید فلسفیوں اور سائنس دانوں نے بھی ارسطو کو اسی بریکٹ میں ڈالنے کی کوشش کی ہے جس میں جدید زمانے میں سپائینوزا کا نام لیا جاتا ہے جو ہالینڈ کا ایک یہودی فلسفی تھا جس نے بھی خدا کو ایک تصور کے طور پر پیش کیا ہے۔ اسی حد تک معلوم ہوتا ہے وہ تسلیم کرتا ہے کہ ایسا وجود ہونا چاہئے لیکن یہ کہ نہیں اس سے تعلق قائم ہو سکتا ہے کہ نہیں نہ صرف یہ کہ یہ ذکر نہیں ملتا بلکہ وہ اس کی نفی کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ وہ وجود ہے جو تفصیلی دلچسپی نہیں لیتا اور نہ لے سکتا ہے ان کے نزدیک پس ایک طرف خدا کو مانا تو دوسری طرف کالعدم کر دیا۔

یہی آئن سٹائن کا حال ہے مگر آئن سٹائن کی سوچ میں دیانت کی کمی ہے اور سپائینوزا کی سوچ میں دیانت کی کمی نہیں ہے جب میں آئندہ اس مضمون پر روشنی ڈالوں گا تو خصوصیت سے آئن سٹائن کا بھی ذکر کروں گا جس نے ۱۹۳۰ء میں نیو یارک ٹریبون (NEW YORK TRIBUNE) میں مذہب کے متعلق جو مضمون شائع کیا ہے اس میں خدا کی ہستی کے اور مذہب کے خلاف جو دلائل پیش کئے ہیں اور پھر اپنا نظریہ جو پیش کیا ہے وہ اتنا بودا ہے کہ صاف نظر آ رہا ہے کہ اس زمانے کے دوسرے یورپین فلسفی خصوصاً انگریز فلسفیوں سے متاثر ہو کر اس نے کچھ باتیں بیان کی ہیں۔ لیکن آدھی بات کرتا ہے اور پھر رخ بدل لیتا ہے جس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ دیانتدار نہیں تھا اس معاملے میں۔ کیونکہ اگر دیانتداری سے ان باتوں کو آگے بڑھاتا تو اس نتیجے تک پہنچنا ضروری ہو جاتا جو ارسطو کی عقل نے نکالا لیکن تھوڑا سا چلتا ہے اور پھر رخ بدل لیتا ہے۔ مثلاً اسباب کا ذکر کرتا ہے اور ہر سبب کا ایک سبب ہونا چاہئے۔ اسباب جو ہیں دنیا میں، جو چیزیں وجود میں آ رہی ہیں نتیجے ہیں۔ ان کا ایک نتیجہ پیدا کرنے والا ہونا چاہئے۔ اس مضمون کو شروع کرکے تو پھر آغاز آفرینش کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور صرف یہ اعتراض کرتا ہے کہ اس لئے ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ ایسا خدا ہو جو وہ دنیا جو ہیں سبب اور نتیجے کی دنیا نظر آ رہی ہے اس میں نامعقول دخل دیتا رہے کبھی کبھی۔ "میں ہوں" کی خاطر معجزے دکھانے کے شوق میں اس میں دخل اندازی کرے یہ عقل کے خلاف بات ہے اس لئے کوئی خدا ایسا نہیں ہے۔ اب یہ سوچ صاف بتا رہی ہے کہ وہ جو منطقی نتیجہ نکلنا چاہئے تھا سبب اور نتیجے کا اس کا آغاز سے ذکر پا گئے تھا۔ اور وہ خود جانتا ہے آئن سٹائن اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ جو بھی تبدیل ہونے والی مادی

کائنات اسے یہ ہمیشہ سے نہیں ہوسکتی۔ تو اس طرف پہنچنے کی بجائے جہاں خدا دکھائی دے سکتا تھا وہ ایک اور طرز فکر میں داخل ہوجاتا ہے اور عملاً اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ میں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ دیانت کے خلاف ہے کہ وہ اتنا ذہین آدمی تھا کہ میرے نزدیک یہ قابل قبول ہی نہیں ہے کہ اسکی توجہ اس طرف نہ گئی ہو۔ پس توجہ جتنی جانی چاہیئے تھی گئی ہوگی۔ لیکن نظر انداز کرتا ہے۔ دوسرے جو اس کے استدلالات ہیں ان سب میں یہی بات پائی جاتی ہے۔ مگر ارسطو بہت دیانت دار تھا۔ اس کی سوچ انتہائی منطقی اور کامل دیانتداری پر مبنی تھی۔ ایک وقت وہ تھا کہ جبکہ عملاً وہ خدا کے تصور سے دور تھا۔ کیونکہ وہ یہ سوچتا تھا کہ روح مادے ہی کی ایک صفت ہے اور یہ فلسفہ افلاطون سے اس نے لیا اور پھر آگے اس کو بڑھایا۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ جو صفات ہیں وہ منحصر ہیں مادے پر اور روح بھی مادے ہی کی ایک صفت ہے پس جب مادہ ختم ہوا تو روح بھی ختم ہوگئی۔ یہ آغاز میں اس کی سوچ تھی لیکن اس کے ساتھ ہی پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مادہ آیا کیسے اور مادہ اگر تبدیل ہو رہا ہے اور یہ دونوں جانتے تھے کہ مادہ تبدیل ہو رہا ہے تو پھر آغاز کیسے ہوا۔ تو ایک ایسے خدا کے تصور تک پہنچے جس کو انہوں نے مادہ کہا اور مادہ اول۔ اور وہ مادہ اول غیر مبدل تھا اور اس کے نتیجے میں پھر وہ سب مادے پیدا ہوئے جو اول محرک کے نتیجے میں حرکت میں آگئے لیکن اول محرک ساکن تھا۔ یہ ایک فلسفیانہ ایک شعبدہ تھا مگر اس میں منطق ضرور پائی جاتی ہے۔ لیکن آخری بات کا حل کوئی نہیں ارسطو نے جب مزید غور کیا اس بات پر تو اس کی جو آخری سب سے اہم کتاب ہے میرے نزدیک لیکن اور بھی بڑی اہم کتابیں ہیں میٹا فزکس (MATA PH. SICS) اس میں وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ خدا مادہ نہیں ہے۔ کیونکہ مادہ بغیر تبدیلی کے ہمیں کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ایک ہی چیز ہے جس کو ہم صرف مائنڈ (MIND) کہہ سکتے ہیں اور مائنڈ کی حرکت جو ہے وہ تبدیلی کو نہیں چاہتی اس لئے وہ ETERNAL ہوسکتا ہے۔ یہ جو ارسطو کی سوچ تھی اس زمانے کے تعریف کے مطابق ہے جو میں نے آپ کے سامنے پیش کی تھی۔

پس ہر وہ زمانے کا تصور جو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب ہوسکتا ہو جس میں تبدیلی لازم نہ آئے اور آغاز یا انجام کا کوئی تصور موجود نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات کے تعارف کے دوران بہت سی ایسی باتیں بیان فرماتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر تبدیلی کے بغیر بھی، یعنی ذات میں تبدیلی نہیں۔ مگر صفات کے جلوے اپنی شانیں بدلتے ہیں۔ اور صفات کے جلووں کی شان جب کہ ذات میں تبدیلی نہ ہو، یہ ان معنوں میں زمانہ نہیں ہے جس کا کوئی آغاز ہونا چاہیئے یا جس کا کوئی انجام ہونا چاہیئے۔

پس "کل یوم ھو فی شان" میں ایک یہ بھی مضمون ہے کہ اس کی صفات جلوے دکھا رہی ہیں اور ایک ہی جلوے پر dormant نہیں ہیں ایک جلوے پر جامد نہیں ہیں کیونکہ ایک جلوے پر اگر وہ جامد ہوں تو پھر ایک ایسی باشعور ہستی جو موقع اور محل کے مطابق فیصلے کرتی ہو اور کرسکتی ہو اس کا وجود مٹ جاتا ہے۔ اسی لئے آغاز میں جب ارسطو کا یہی رجحان تھا تو اس نے قطعی طور پر ایسے خدا کا انکار کیا جو انسانی معاملات میں دلچسپی لیتا ہو۔

افلاطون نے اس کے برعکس ایک ایسے خدا کا وجود پیش کیا جس کا انسانی معاملات سے تعلق ہے۔ لیکن اس کی سوچوں پر چونکہ اس زمانے کے فرضی خداؤں کا بھی اثر تھا، دیوتاؤں وغیرہ کا اس لئے وہ سوچ کچھ مل جل سی گئی ہے کچھ ان روایتوں کے تعلق میں جو اس زمانے میں چلی آتی تھیں کہ بہت سے دیوتا ہیں، کچھ اس کی اپنی طبعی فطرت کی روشنی کے نتیجے میں کہیں واحد خدا کا ذکر اس کی سوچوں میں ملتا ہے "کہیں دوسرے خداؤں کا" کہ مل جاتا ہے مگر یہ مضمون ایسا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا میں اسے الگ پیش کروں گا۔

اس وقت میں آپ کو یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ شانوں کا بدلنا زمانے کو نہیں چاہتا۔ شانوں کی تبدیلی اس زمانے کو نہیں چاہتی جس سے ذات تبدیل ہو اور ہر وقت مختلف اظہار ہیں وہ درحقیقت موقع کی مناسبت(?) نظر اور مخلوق کے تقاضوں کی خاطر لازمی ہیں۔ ایک انسان نے اپنی ذات پر

اگر آپ سوچیں تو کچھ نہ کچھ اس کی سمجھ آسکتی ہے باوجود اس کے کہ "لیس کمثلہ شیء" کہ خدا جیسی کوئی چیز نہیں۔ جن سائنسدانوں نے خدا کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے اکثر و بیشتر یہی وجہ ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کو پروجیکٹ کرکے پوری طرح خدا پر اس کی حدود عائد کرنے کی کوشش کی۔ یہ ناممکن تھا۔ کیونکہ تخلیق سے خالق کی پوری پہچان ممکن نہیں ہے۔ تخلیق سے یہ تو ممکن ہے کہ اس کی بعض صفات کو پہچان لیا جائے اس کی چھاپ دیکھ کر اندازہ ہو لیکن اس کا حدود اربعہ معلوم ہو جائے تخلیق سے، یہ ناممکن ہے۔

ہوائی جہاز کتنے COMPLICATED پیدا ہو چکے ہیں مگر اگر بعد میں کسی زمانے میں جب کہ انسان کی سوچ اور بھی ترقی کر گئی ہو، ہوائی جہاز ایسا دریافت ہو جو زمین میں دبا ہوا ملے اور میں یہ کہہ رہا ہوں سوچ ترقی کر گئی میرے ذہن میں جو SCENARIO ہے کہ دنیا مثلاً ایک دفعہ مٹ جاتی ہے پھر تخلیق ہوتی ہے کوئی سوچنے والا باشعور جاندار ایسا ہے جو بہت ترقی کر جاتا ہے مگر اس کے DIMENTION اور ہیں اس لئے اس کی ترقی کے رستے الگ ہیں، ممکن ہے، قرآن سے ثابت ہے، اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ممکن ہے، بلکہ ضرور ہوگا۔ تو اس وقت اگر جہاز دریافت ہو جائے اور ان لوگوں کو اتنی دور کا واقعہ ہو کہ براہ راست انسان کے متعلق کچھ پتہ نہ ہو کھدائیوں سے چیزوں سے وہ معلوم کرنے کی کوشش کریں تو ہوائی جہاز کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ انسان کی دو ٹانگیں تھیں، دو ہاتھ تھے، دماغ اس طرح تھا، آنکھیں یہاں لگی ہوئی تھیں۔ اس کا ظاہری حلیہ بھی نہیں پہچان سکتا اس کی اندرونی سوچوں تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔ صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی باشعور ہستی تھی اور کوئی بہت ہی با اقتدار ہستی تھی۔ اس کی عقل بھی تیز تھی اور اس کی چیزوں تک رسائی بھی بہت تھی وہ جو سوچتا تھا اُسے کر دکھاتا تھا۔

> خدا تعالیٰ کا ارادہ توانائی کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ توانائی پیدا کرتا ہے اور ہر توانائی خدا کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔

تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کی جو شان ہے جلوہ گری ہے وہ مخلوق میں بھی ہے، تخلیق میں بھی ہے، لیکن اس کے ذریعے آپ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ صرف یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کوئی باشعور با اقتدار ہستی ہے جو بہت ہی گہرے تدبر کی مالک ہے اور اس کی باتیں کوئی بھی باطل نہیں ہیں۔ کیونکہ جو کائنات اس نے پیدا کی ہے وہ باطل سے عاری ہے تو باشعور، بالارادہ، بہت ہی گہرے فکر والی ہستی جو پیدا کر رہی ہے اس کی اپنی ذات کیا تھی؟ کب تھی؟ ہمیں کچھ پتہ نہیں سوائے اس کے کہ جو وہ خود ہمیں بتائے۔

اس پہلو سے جب ہم آیت الکرسی کے ایک حصہ پر غور کرتے ہیں تو ایک نیا مضمون ہمارے سامنے ابھرتا ہے "ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء" "علمہ" کا عام طور پر جو مفہوم سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کا خدا کو علم ہے اور خدا کو ہر چیز کا علم ہے۔ یعنی اس کی مخلوقات اس پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس کے کسی حصے کا بھی "الا بما شاء" سوائے اس کے کہ اللہ چاہے اور اتنا ہو گا جتنا خدا چاہے گا تو اس پہلو سے خدا تعالیٰ کے اپنی ذات کے متعلق جو تعارفات ہیں، وہی ہیں جو ہماری راہنمائی کریں گے اسماء الذات کی طرف اور قرآن کریم میں وہ کامل طور پر اس درجہ کمال تک موجود ہیں جس درجہ کمال تک انسان ان کو سمجھنے کی صلاحیتیں لے کے پیدا ہوا ہے، اس سے آگے نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو سے وہ آدم ہیں جن کو "اسماء کلھا" تمام کے تمام سکھائے گئے یعنی انسانی سوچ کی حد تک اسماء جتنے بھی انسان سمجھ سکتا تھا اور انسان جس کائنات میں پیدا ہوا ہے اس کی

ضرورتوں کے تعلق میں انسان جس حد تک بھی صفات باری تعالیٰ کا علم حاصل کرسکتا تھا وہ تمام صفات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر نازل فرمائے گئے اب یہ جو تنزل ہے یہ بھی ایک شان ہے اور اس سے پہلے نازل نہیں فرمائے گئے تو یہ زمانہ پایا گیا لیکن اس بات کے مخالف نہیں ہے جو میں بیان کرچکا ہوں کیونکہ یہ زمانہ تبدیلی ذات کو نہیں چاہتا بلکہ ایک دائمی صفت کی ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً جلوہ گری کو چاہتا ہے۔

پھول میں بھی بعض اوقات مختلف صفات جلوہ گر ہوتی ہیں مگر اس میں زمانہ اس لئے پایا جاتا ہے کہ ہر صفت جو اس کی ظاہر ہوتی ہے اس کے پیچھے اس کی ذات میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جب تک وہ تبدیلی واقع نہ ہو پھول کی کوئی صفت ظاہر نہیں ہوسکتی۔ اگر رنگ بدلہ ہے تو اندر ذات بدلی ہے تب رنگ بدلہ ہے اگر خوشبو بدلی ہے تو ذات بدلی ہے تو رنگ بدلہ ہے اگر پھل کھٹا ہوا ہے یا میٹھا ہوا ہے تو ذات کی تبدیلی سے ایسا ہوا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات میں یہ تبدیلی ممکن نہیں۔

اب وہ بحث جس کا میں نے ذکر کیا تھا PRIME MOVER والی بحث اس میں ارسطو تو یہ بات کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ ہے تو اول ہی مگر چونکہ عقل ہے اس لئے اس میں ذات کی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ مادہ نہیں ہے۔ یہ حق کی اور حکمت کی قریب ترین بات ہے جس تک وہ تمام کائنات، دنیا میں اب تک جتنے فلسفی پیدا ہوئے ہیں ارسطو پہنچا ہے۔ آج کل کے ماڈرن فلسفی بھی اس بات سے کوسوں پیچھے ہیں ابھی تک اس لئے اس کی عظمت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمانے سے پاک ہے زمانہ پیدا کرنے کے تعلق میں تخلیق کا ذکر فرمایا، اس کو ارادے سے باندھا ہے اور ارادہ کسی ذات کی تبدیلی کو نہیں چاہتا۔ آپ اپنے ارادوں پر غور کرکے دیکھ لیں۔ آپ مختلف وقتوں میں ایک ارادہ کر سکتے ہیں، ایک فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کبھی کر لیتے ہیں کبھی نہیں کرتے۔ ارادے میں آپ زمانے کے پابند نہیں ہیں۔ ایک امکان آپ کے سامنے روشن ہوتا ہے کہ میں یہ کروں یا یہ نہ کروں اور آپ مختار ہوجاتے ہیں۔ بعض صورتوں میں کہ اچھا یہ کرتا ہوں یہ نہیں کرتا۔ اس ارادے کے اندر کوئی توانائی ضائع نہیں ہوتی لیکن ارادے پر جب عمل ہوتا ہے تو پھر توانائی کا دور شروع ہوتا ہے۔ انسان کی مثال خدا پر صادق اس لئے نہیں آسکتی پوری طرح کہ انسان خود اپنے کارخانے پر اپنے ارادے کا اثر ظاہر کرتا ہے پس انسان کے ہر ارادے سے اس کی ذات کی تبدیلی لازم ہے

جب بھی کوئی ایک انسان ارادہ کرتا ہے یا اس کی ذات میں کوئی تبدیلی ضرور ہوگی۔ پس اب میں نے ارادہ کیا کہ میں مکھی کو ماروں تو میرا ہاتھ اُٹھے گا۔ اور نشانے پر گرے گا۔ اگر نشانہ اچھا ہوا اور مکھی زیادہ تیز نہ ہو تو اس کو مارنے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ مگر ایک حرکت لازم ہے اور جب تک حرکت نہ ہو ارادہ عمل میں نہیں آتا۔ وہ محض ایک سوچ ایک امکان ہے، وجود کا ایک امکان۔ اور اس پہلو سے آپ کا ارادہ دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اب دیکھیں ارادے کی طاقت کتنی ہے۔ اگر اسے فساد پر استعمال کیا جائے تو جنگ عظیم ایک ہٹلر کا ارادہ تھا۔ کتنی بڑی قیامتیں ٹوٹی ہیں اس کے نتیجہ میں۔ کروڑہا کروڑ ٹن بم گرائے گئے ہیں دنیا کو خاکستر بنانے کے لئے کتنی حرکت ہوئی ہے، کتنے کارخانے وجود میں آئے۔ لکھوکھا انسان بلکہ کروڑوں انسانوں نے جانیں دیں کچھ آگ میں جلائے گئے، کسی نے ویسے مصیبتوں میں دم توڑے تو ارادے کو کیسی طاقت ہے لیکن ارادہ خود وہ توانائی نہیں بخش رہا تھا۔ ان چیزوں کو بلکہ توانائی کا مضمون ارادے سے باہر تھا۔

تمہاری بصیرت، تمہاری سوچیں، تمہارے فکر خواہ کتنے ہی روشن کیوں نہ ہوں ناممکن ہے

کہ تم خدا کا ادراک کرسکو، ہاں اسی حد تک جس حد تک خود خدا تمہاری بصیرت تک پہنچے۔ پس اسی حد تک تم اس کو پہچان سکو گے جس حد تک وہ خود تم پر جلوہ گر ہو۔

لیکن انسان میں اور خدا میں ایک فرق بھی ہے یعنی فرق تو بہت ہیں اس ارادے کے تعلق میں ایک اور فرق بھی جس کو فلسفی جب نہیں سمجھ سکے تو انہوں نے ٹھوکریں کھائیں۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ توانائی کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ توانائی پیدا کرتا ہے۔ ہر توانائی خدا کے ارادے سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا یہ تعارف فرمایا ہے کہ جب بھی میں چاہتا ہوں کچھ کروں تو میں "کن" کہتا ہوں۔ "فیکون" اور "کن" ارادہ ہے جو ایک فیصلہ کو ظاہر کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فیصلے کو ظاہر کرنے کا فیصلہ بظاہر دو زائد لفظ ہیں مگر خدا تعالیٰ کے تعلق میں ضروری ہے بیان کرنا۔ اس کا فیصلہ موجود ہے کیونکہ عالم الغیب ہے وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس فیصلے پر عمل درآمد اب میں نے کروانا ہے۔ اس پہلو سے زمانہ پایا جاتا ہے۔ مگر یہ زمانہ اس کی ذات کو تبدیل نہیں کرتا کسی ذات کی تبدیلی کو چاہتا ہے۔ بلکہ پوری کائنات کو بعض دفعہ تبدیل کر دیتا ہے۔ جہاں جہاں اثر انداز ہو وہاں وہاں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لیکن توانائی کا جہاں تک تعلق ہے یہ ارادہ اتنی توانائی بھی نہیں چاہتا جتنا انسانی ارادہ چاہتا ہے۔

پس ارادے کا تعلق روح سے ہے اور روح اس قسم کی توانائیاں نہیں چاہتی جیسی ہم روزمرہ کی دنیا میں توانائی دیکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں یہ مضمون جب میں رؤیا کے بعد تھا اور یہ سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو اچانک میرا ذہن اس طرف گیا کہ جب روح کا سوال قرآن نے اٹھایا تو یہی جواب دیا ہے۔ "ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی" روح کا تعلق امر سے ہے اور روح ہی ہے جو امر کی استطاعت رکھتی ہے کیونکہ خالق نے امر سے اس کو پیدا کیا۔ اور امر کی کچھ طاقت اس کو بخشی ہے۔ پس روح کا فیصلہ کم سے کم توانائی چاہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ توانائی کو حرکت میں لے آتا ہے۔ ہماری ہر حرکت اسی فیصلے کے تابع ہے اور صرف ہماری حرکات ہی نہیں بلکہ ہمارے گرد و پیش کی حرکات بھی بسا اوقات اتنا متاثر ہوتی ہیں کہ تبدیلیوں کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے جو ایک وقت ہی نہیں بلکہ ایک زمانے پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس زمانے کے اثر پھر اگلے زمانوں پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ اب جنگ عظیم اول ہو یا ثانی ہو یا کوئی اور ہو انہوں نے جو اثرات شروع کر دیے وہ ایک CHAIN REACTION کے طور پر آگے جاری ہو گئے اور ارادے میں وہ طاقت نہیں تھی بذات خود نہ وہ اس توانائی کو چاہتا تھا لیکن اس نے توانائی پیدا کر دی۔

اس پر دوسرا پہلو جو سوچ کے لائق تھا جس کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی یا اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی وہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ ارادے سے مادہ کیسے پیدا کر سکتا ہے، کیوں کرتا ہے؟ چونکہ انسانی ارادے کے رستے سے لوگوں نے خدا تعالیٰ کو سمجھنے کی کوشش کی اس لئے یہاں پہنچ کر سب فلسفی ٹھوکر کھاتے رہے۔ اگر سب نے نہیں کھائی جیسا کہ ارسطو نے نہیں کھائی تو بہت سے دوسروں نے کھائی اور ہندو فلسفہ اسی وجہ سے ایک غلط رستے پر چل پڑا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو براہین احمدیہ میں ہندوؤں سے بحثیں کی ہیں، خصوصاً آریوں سے، وہ اسی مضمون پر ہیں کہ خدا ارادے سے مخلوق کو پیدا کر سکتا ہے کہ نہیں کیونکہ ارادہ غیر مادی ہے اور مخلوق مادی ہے۔ اس کا انسان کچھ نہ کچھ مظہر ضرور ہوتا ہے، اگرچہ سو فیصد نہیں اور چونکہ خدا کی مثال کوئی اور ہے

ہی نہیں اس لئے مکمل مثال پیش کی ہی نہیں جا سکتی پس یہ دیکھنا ہوگا کہ ازل ہے کہ نہیں۔ اور جو چیز ازلی ہے وہ بالارادہ تھی کہ نہیں۔ یہ ثابت ہو جائے کہ ازل کے بغیر ہمارا گزارہ ہی نہیں۔ تاممکن ہے کہ ازل کے بغیر بھی وجود ہو پھر یہ قدم اٹھتا ہے کہ ازل بالارادہ بھی ہے بغیر ارادہ کے بھی۔ اگر ازل بغیر ارادہ کے ہو تو صرف مادہ رہ جاتا ہے جس میں سوچ نہیں کوئی ترتیب نہیں جو اپنی ذات میں بھی اندرونی تبدیلیوں اور معقول اندرونی تبدیلیوں کی طاقت نہیں رکھتی اور دوسری ذات میں منظم تبدیلیوں کی اہلیت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو جب ہمیں واقعاتی دنیا میں ایسے مادے کی تبدیل ہوتی ہوئی حالتیں دکھائی دے رہی ہیں جو منظم ہیں، مربوط ہیں ایک معین رستے کی طرف چل رہی ہیں اور حیرت انگیز ان میں لطافتیں ہیں تو مادے کو بے سوچ کا ازلی مادہ قرار دیا ہی نہیں جا سکتا۔

> **وہ غور خدا پر منتج نہیں ہے جو غور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے فہم قرآن کے مطابق ہو۔**

پس قرآن کریم نے اس مضمون کو یوں اٹھایا ہے کہ کیا تم اپنے خالق ہو؟ کیا تم اس چیز کے خالق ہو؟ ہر وہ چیز بیان فرمائی جس کے لئے ایک خالق ہونا ضروری ہے۔ تو بظاہر دنیا میں جو تبدیلیاں ہمیں دکھائی دیتی ہیں وہ یہ بتاتی ہیں کہ اگر ازل ہے تو سوچ والی ازل ہے اور سوچ والی ازل میں تبدیلی نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر تبدیلی ہے تو ازل نہیں ہے۔ تو مادہ وہ چیز نہیں ہے جو سوچ والی ازلی ہو اس مضمون کو آپ میں سے بعض سمجھیں یا نہ سمجھیں، غور کریں تو سمجھ آجائے گی بات کی۔

دو ہی امکانات ہیں۔ میں پھر سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ مائیکروفون میرے سامنے پڑا ہے یا یہ ہمیشہ سے ہے یا یہ پیدا ہوا ہے اگر اس میں تبدیلیاں ہو رہی ہیں تو ہمیشہ سے ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آغاز سے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا ہے۔ اس کا کوئی آغاز ضرور تھا پھر۔ اور اگر اس میں شعور نہیں ہے اور اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتا تو پھر وہ شعور جو ہر مادے کی اندرونی تبدیلیوں سے پہلے ہونا چاہیئے اس کا اس میں فقدان ہے تو کسی پہلو سے بھی ازلی نہیں ہو سکتا ازلی چیز صرف وہی ہو سکتی ہے جس میں سوچ ہو کیونکہ جو چیزیں دنیا میں دکھائی دیتی ہیں ان پر سوچ کی چھاپ ہے۔ ہر چیز پر سوچ کی چھاپ ہے اور جو تبدیل نہ ہو کیونکہ اگر وہ تبدیل ہوگا تو اس کا ایک کنارہ نہیں کسی نہ کسی وقت ہمارے ہاتھ آجائے گا اس سے پیچھے پھر وہ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس سے آگے نہیں ہوگا تو عدم سے کا ئل سوچ پیدا نہیں ہو سکتی تو جس منطقی نکتے سے آپ چاہیں اس مضمون کی پیروی کریں آپ کو خدا کی ذات میں زمانہ دکھائی نہیں دے گا۔ سوائے اس زمانے کے جو ذات باری تعالیٰ میں تبدیلی نہیں چاہتا بلکہ وہ دنیا کو تبدیل کرنے والا ارادہ ہے۔

اس سلسلے میں اس بات کو سمجھنے کے بعد اب میں واپس اس حصے کی طرف آتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے مادہ کیسے وجود میں آتا ہے اصل میں پوری مثال تو نہیں مگر معمولی ادنیٰ مثالوں پر آپ غور کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ چھاپ آپ کے اوپر بھی اس بات کی ہے۔ جب آپ خوابیں دیکھتے ہیں تو یہ آپ کی سوچ ہے جو بے شمار تصورات کو جنم دیتی ہے لیکن سوچ چونکہ بہت ہی عاجز اور کمزور ہے وہ ان کو ظاہری وجود نہیں بخشتی لیکن جہاں تک آپ کے تعلق کا سوال ہے آپ ایک اور عالم میں چلے جاتے ہیں جو آپ کی سوچوں کا پیدا کیا ہوا ہے اور آپ کا اپنا وجود بھی اس عالم کا ایک جزو بن جاتا ہے گویا کہ ظاہری وجود رہا ہی نہیں اگر سوچ میں طاقت ہو تو جو تصویر ہیں تصور میں نہیں رہیں گی بلکہ حقیقت میں تبدیل

ہو سکتی ہیں اور یہ جو سوچ کا دوسرا حصہ ہے اسکا بھی معمولی سا مزہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرما دیا تاکہ وہ اپنے رب کے انکار کا اہل نہ رہے اس کی تخلیقی اور ابتدائی پیدا کرنے کی طاقتوں کا انکار نہ کر سکے۔ فرعون کی مثال میں جہاں وہ جادوگر دکھائے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی سوچ میں ایک طاقت تھی اور ایسی طاقت تھی کہ رسیوں کو لوگوں نے سانپ بنتے ہوئے دیکھا، گواہ بن گئے کہ یہ سانپ بن گئی ہیں لیکن جس خالق نے یہ طاقت بخشی تھی اس کی طاقت غالب تھی اس لئے موسیٰ کی سوچ کی طاقت نہیں تھی بلکہ اللہ کی سوچ کی طاقت تھی جس نے ان رسیوں کو از سر نو رسیاں بنا دیا جو سانپ تھے وہ رسیاں بن گئے کیونکہ جو سوٹے کا اژدہا نظر آ رہا تھا اس نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مایافکون" اس کو کھایا ہے جو جھوٹا بنایا ہوا تھا انہوں نے، رسیوں کو کھانے کا ذکر نہیں ملتا تو جھوٹ ان کی سوچ نے بنا دیا تھا اس جھوٹ کو خدا کا غالب تصور جو ہے وہ ہڑپ کر گیا اور وہ موسیٰ کے سوٹے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔

تو ایک مثال ہمیں نظر آتی ہے کہ انسان کی سوچ بغیر کسی مادی ذریعے کے دوسرے پر اثر انداز ہو اس ضمن میں جو جدید سائنٹیفک تحقیقات ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے پیراسائیکالوجی کا مضمون اب باقاعدہ سائنس بن گیا ہے بہت سی یونیورسٹیوں میں اس پر غور و فکر ہو رہا ہے اور تجارب سے یہ بات تو قطعاً ثابت ہو گئی ہے کہ انسان کی سوچ اس رنگ میں ایک اور انسان پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ کوئی بھی معلوم سائنسی ذریعہ بیچ میں واسطے کے طور پر موجود نہ ہو۔ کوئی ریڈیائی طاقت، کوئی برقی رو، کسی قسم کی کوئی معلوم سائنٹیفک طاقت بیچ میں ذریعہ نہ بنے، واسطہ نہ بنے اور اس کے باوجود ایک انسان کی سوچ دوسرے انسان پر منتقل ہو کے اس میں تبدیلی پیدا کرے، اس پر غالب آجائے اس میں حرکت پیدا کر دے۔ یہ جو مضمون ہے میں نے شاید پہلے بھی آپ کو ایک مثال کے طور پر بتایا تھا خود میں اس کا گواہ ہوں یعنی بعد میں تو کئی معنوں میں گواہ ہوں مگر میں آغاز میں بتا رہا ہوں۔

اسی انگلستان میں ایک دفعہ ایک پارٹی میں شامل ہونے کا مجھے موقعہ ملا جو اس وقت INTELLECTUAL کی اکٹھی، بڑی دلچسپ باتوں کے لئے ساری رات کھاتے پیتے تھے مختلف مسائل پر گفتگو کرتے تھے، ایسی پارٹی تھی اس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا انسان کی سوچ میں یہ طاقت ہے کہ بغیر کسی سائنٹیفک واسطے کے دوسرے پر اثر انداز ہو سکے تو میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کیونکہ میں نے یہی قرآن کریم کی آیت پیش کی کہ ایسا ہے ورنہ قرآن ایسا نہ فرماتا۔ مگر ذاتی طور پر میں نے اس پر تجربہ نہیں کیا۔ تو انہوں نے کہا پھر ہم پر کیوں نہ تجربہ کریں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کر لو۔ تو اب دیکھیں میں کمرے سے باہر چلا گیا اور اتنی دور انہوں نے مجھے پہنچایا، ایک نگران کھڑا کر دیا کہ اگر اس کی نیت بد بھی ہو تو نہ آئے واپس۔ اور اندر بیٹھ کے کچھ مشورے کئے جب واپس مجھے کمرے میں بلایا تو ایک بڑے دائرے میں کافی آدمی تھے وہ سارے بیٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے اور مجھے کہا کہ تم ہمیں پھلانگ کر اس کے مرکز میں آکر بیٹھ جاؤ آرام سے۔ بس تم بیٹھ جاؤ اور کچھ نہیں کوئی حکم نہیں کیا کرنا ہے کیا نہیں کرنا۔ کچھ دیر تک بیٹھا رہا اس کے بعد پتہ نہیں کیوں مجھے خیال آیا کہ میں اپنے بوٹ کے تسمے کھولوں تو میں نے ایک بوٹ کے تسمے کھولے، دوسرے بوٹ کے تسمے کھولے اور اس وقت کسی نے شور مچایا اب باقی بھی کرو۔ تو ایک وہ جو رو بھی وہ ٹوٹ گئی تو میں نے کہا باقی کیا مطلب۔ انہوں نے کہا ہم نے یہ سوچا تھا کہ تمہیں کہیں گے کہ بوٹ کے تسمے کھولو اور بوٹ اتار کے بغیر بوٹوں کے بیٹھو اور اتنا حصہ جتنے حصے تک ان کی آواز مخل نہیں ہوئی میں نے کیا۔ تو یہ ایک سوچ دوسری سوچ میں بغیر معروف سائنسی ذرائع کے منتقل ہو کر اس پر اثر انداز ہوئی، اس میں حرکت پیدا کی۔

اور خوابوں میں بھی ہم نے ایک دنیا پیدا کی اور کرتے ہیں مگر وہ پاگل پن میں جبکہ انسان دنیا کے تعلق سے بالکل کٹ جاتا ہے اس میں اور بھی زیادہ شدت پیدا ہو جاتی ہے جس چیز کو وہ سوچتا ہے اس کو اتنا

یقینی سمجھتا ہے کہ اس کی پیروی بھی کرتا ہے اگرچہ ظاہر میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ مگر خدا تعالیٰ کیونکہ ازلی طاقت ہے اور اس کی سوچ سب سوچوں پر غالب ہے اس لئے فرق یہ ہے اور اسی لئے میں نے آپ کو آیت کریمہ کہ شاید نشئی پڑھ کر سنائی۔ دنیا میں جو چیزیں ہیں چونکہ وہ اس طرف اشارے ضرور کرتی ہیں مگر ویسی کوئی چیز نہیں ہے۔ ازل بھی کسی کو حاصل نہیں وہ اسی کو حاصل ہے ازل کے بغیر ہمارا چارہ ہی کوئی نہیں ہے ہم اس دنیا کو ازل کے بغیر، ازل پر غور کئے بغیر تسلیم ہی نہیں کر سکتے اور دنیا ہے ہم جانتے ہیں۔

تو آغاز کیسے ہوا اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ تمام توانائی میرے ارادے میں ہے اور ارادہ جب بنتا ہے تو از خود وہ توانائی کی شکلوں میں ڈھل جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سمجھیں کہ یہ خواب ہے تو یہ ایسی خواب ہے تو ہر اس جزو کو جو خواب نے پیدا کیا ایک دوسرے کا شریک بنا رہی ہے سوچوں میں اور اس کا ظاہر جو ہے وہ اتنا قوی دکھائی دے رہا ہے جیسے ہے۔ اسی خیال کی وجہ سے بہت سے فلسفی ہر چیز کو تو ہم ہی بیان کرنے لگ گئے تو فلسفی نے جو ٹھوکریں کھائی ہیں وہ قرآن کریم سے استفادہ نہ کرنے کی وجہ سے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اگر قرآن کریم میں جو صفات کا بیان ہے اس پر غور کرتے تو پھر خدا تعالیٰ کی ہستی کو سمجھنے میں اور اسماء پر غور کرنے میں ان کے لئے کسی ٹھوکر کا سامنا نہ ہوتا، وہ صحیح طریق پر جہاں تک خدا چاہتا ان بصائر سے فائدہ اٹھا سکتے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ ومن عمی فعلیھا وما انا علیکم بحفیظ" کہ دیکھو خدا کی طرف سے بصائر آ چکے ہیں۔

> "کُلَّ یوم ھو فی شان" بتا رہا ہے کہ ذات باری سے تعلق رکھو گے تو تمہاری بھی شانیں بدلیں گی۔ جب اس کی ایک شان نئی جلوہ گر ہوگی تو غور کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اس کے اندر بھی ایک نئی روشنی پیدا ہوگی۔

"لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار" اس کو تم سمجھنا چاہتے ہو مگر اتنے عاجز ہو کہ ناممکن ہے کہ تم اپنی سوچوں کے ذریعے خدا تک پہنچ سکو۔ لیکن تعلق ضرور قائم ہوگا وہ اس طرح قائم ہوگا کہ خدا تم تک پہنچے گا۔ اور خدا تم تک پہنچ چکا ہے اس حد تک پہنچ چکا ہے جس حد تک تمہارے لئے سمجھنا ضروری ہے اور جس حد تک تمہاری حد استطاعت اجازت دیتی ہے پس اس پر غور کرو گے تو تمہارا فائدہ ہے۔

پس وہ غور خدا پر منع نہیں ہے جو قرآن کریم کے بیان کے مطابق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فہم قرآن کے مطابق ہو اور اس دور میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آدم ثانی بنایا گیا ہے آپ کو بھی اسماء کا علم عطا فرمایا گیا ہے اس علم کی وساطت سے اسماء کو سمجھنا اس پر غور کرنا نہ صرف منع نہیں ہے بلکہ حکم ہے کہ ضرور کرو۔ "قد جاء کم بصائر من ربکم فمن ابصر فلنفسہ" جو غور کرے گا اسے ضرور فائدہ پہنچے گا۔ پس اسماء باری تعالیٰ یعنی صفات الٰہی پر غور کر کے اس سے فائدہ اٹھانا، یہ ایک لازوال مضمون ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا۔ مگر ضروری ہے کہ قرآن کے مطابق جہاں جہاں خدا خود ہمارے سامنے بصائر لے کر آیا ہے ان حدود میں رہ کر اس پر غور کریں۔

تو اب چونکہ وقت ہو چکا ہے اس لئے انشاء اللہ باقی حصہ جو ہے اس کے اور بھی بہت سے پہلو ہیں، میں کوشش یہی کروں گا کہ اگلے خطبے تک یا زیادہ سے زیادہ اس سے اگلے خطبے تک اس مضمون کو ختم کروں اس لئے نہیں کہ مضمون ختم ہو سکتا ہے اس لئے کہ پھر ان عمومی دائروں کو بیان کر دوں گا جن کی حدود میں رہتے ہوئے آپ کو غور کرنا چاہئے اور جو تعلق اپنے غور سے ہوتا ہے وہ بیان کردہ غور سے نہیں ہوتا۔ اس لئے تعلق باللہ کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو اسماء الٰہی پر غور کی دعوت دوں اور ان خطرات کی نشاندہی کروں جو آپ کے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں اگر آپ اپنی چالاکیوں سے خدا کو پانے کی کوشش کریں یا اپنی سوچوں کو قرآن اور حدیث پر حاوی کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو سخت ٹھوکر کھائیں گے اور ہمیشہ کے لئے ہلاکت بھی اس کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ مگر سوچ ضروری ہے اور اس سوچ کے نتیجے میں آپ جوں جوں خدا تعالیٰ کی ہستی کے قریب آئیں گے آپ کے اندر نئی تخلیق ہوگی۔ یہ وہ مضمون ہے جو شان کا مضمون ہے۔ جو میں آپ کے اوپر کھولنا چاہتا تھا۔ کچھ پہلو میں نے بیان کر دئے ہیں کچھ آئندہ بیان کروں گا۔

> لامتناہی ترقی کے لئے اسماء باری تعالیٰ پر غور ضروری ہے مگر ان احتیاطوں کے ساتھ جو قرآن نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائیں۔

"کُلَّ یوم ھو فی شان" بتا رہا ہے کہ ذات باری سے تعلق رکھو گے تو تمہاری بھی شانیں بدلیں گی جب اس کی ایک شان نئی جلوہ گر ہوگی تو غور کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اس کے اندر بھی ایک نئی شان جلوہ گر ہوگی تو غور کرنے والے پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور اس کے اندر بھی ایک نئی روشنی پیدا ہوگی تو لامتناہی روحانی ترقی کے لئے اسماء باری تعالیٰ پر غور ضروری ہے مگر ان احتیاطوں کے ساتھ جو قرآن نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ مگر زمانے کا میں نے آپ کو سمجھا دیا ہے کہ زمانہ پایا بھی جاتا ہے مگر ان معنوں میں جو خدا کی ذات کے منافی نہیں ہیں اور ذات میں اس کی کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ویسا ہی ہے۔

اعلان نکاح و تقریب شادی

مکرم برادرم شیخ نعیم احمد صاحب ولد مکرم شیخ آدم صاحب مرحوم آف کیرنگ کا نکاح ۹۵-۴-۱۲ کو ہمراہ مکرمہ رشیدہ بانو بنت مکرم تیمور خان صاحب آف کیرنگ مبلغ ۱۸۰۰۰/- روپے حق مہر پر مکرم مولوی سید کلیم الدین صاحب مبلغ سلسلہ کیرنگ نے پڑھا۔ اسی روز بعد نماز مغرب مکرم برادرم شیخ محمود احمد صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان ابن مکرم شیخ آدم صاحب مرحوم آف کیرنگ کا نکاح ہمراہ مکرمہ بشریٰ صاحبہ بنت مکرم شکیل احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ موصیٰ بنی مائنز مبلغ ۱۶۰۵۰/- روپے حق مہر پر مکرم مولوی صاحب موصوف نے ہی پڑھا۔ اسی روز تقریب شادی بھی عمل میں آئی اگلے روز دونوں کی دعوت ولیمہ مسنونہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں رشتوں کو جانبین کے لئے ہر جہت سے باعث خیر و برکت و مثمر بہ ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین (اعانت بدر ۱۰/۲۵)

(محمد احمد نائب صدر جماعت موصیٰ بنی مائنز)

بدر کی مالی اعانت اور توسیع اشاعت میں حصہ لیجئے

خلافتِ حقّہ اسلامیہ کے اہل کون؟

از مکرم چودھری خورشید احمد صاحب پربھاکر درویش قادیان

بیسویں صدی میں اقوامِ عالم نے اپنی نشوونما، احیاء و بقا کے مدِّنظر تمدنی، علمی اور سیاسی کئی قسم کے نظام ہائے زندگی اپنائے۔ شہنشاہیت۔ جمہوریت، کمیونزم، نازی ازم، فاشزم وغیرہ ایسے نظام ہیں جو نیرنگیٔ روزگار سے متصادم ہوتے۔ بدلتے اور معدوم ہوتے رہتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے مسلمان قوم کے لئے خلافت کا نظام عطا فرمایا جو حقیقی جمہوریت کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ لیکن یہ انعامِ خلافت خدا وند کریم پر پختہ ایمان کے تقاضا کے مطابق مناسبِ حال صالح اعمال بجا لانے سے مشروط ہے۔ جو لوگ اس نعمت (خلافت) کی ناشکری کر کے خدا تعالیٰ کے وعدہ کو اسے واپس لوٹا دیں گے وہ لوگ فاسق ہونگے۔

(سورہ نور آیت ۵۶)

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اس بنیانِ مرصوص "خلافتِ اسلامیہ" کو دل و جان سے اپنایا۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور بحیثیت قوم معمورہ دنیا کے بیشتر حصہ پر کامیاب حکمران رہے۔ لیکن ایک منحوس دور ایسا بھی آیا جب کہ مسلمانوں کی ساری شان و شوکت جاہ و حشمت، سطوت و جبروت سبھی کچھ نابود ہو گئیں۔ مسلم حکمرانوں کے ہاتھ سے مسلم ممالک اور مسلم اکثریت کے علاقے یکے بعد دیگرے نکل گئے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو "انقلاباتِ یورپ و ایشیا ۱۸۵۷ء تا ۱۹۰۸ء تاریخ ہند و یورپ" مصنفہ پنڈت الیشور پرشاد۔ الہ آباد۔ یو پی)۔

دوسری طرف اُمتِ محمدیہ تشتت و افتراق کا شکار ہو گی۔ اور بالآخر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تہتر فرقوں میں منقسم ہو کر رہ گئی —

(ترمذی۔ ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ ایسا ہی الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ مصری —

"رہا دین باقی نہ اسلام باقی"

(حالی)

اگرچہ مسلمانوں میں اپنے پُر شوکت تابناک ماضی کو دوبارہ حاصل کرنے کی نہ تو سکت تھی، نہ ہی اُمید۔ مگر پھر بھی ان کے دلوں کو خلافتِ راشدہ کی آمد یاد دیں گرماتی، ماضی کے سنہرے خواب انہیں بے چین و مضطرب کئے رہتے۔

قیامِ خلافت کیلئے انسانی کوشش

بیسویں صدی کے دورِ انحطاط میں مایوس مگر خلافت کے متمنی مسلمانوں نے خلافتِ عثمانیہ ترکیہ کو بزعمِ خویش احیاءِ اسلام کا ایک سہارا سمجھا۔ ہندوستان میں خلافتِ ترکیہ کے احیاء کے لئے "تحریکِ موالات" اور "تحریکِ خلافت" نے طوفانی لہروں کی طرح زور پکڑا۔ حالانکہ وہ زندگی کے آخری سانس لے کر ختم ہو رہی تھی۔ جب کہ روس نے ۱۸۵۳ء میں انگلینڈ کے سامنے ترکی کی تقسیم کا پلان رکھا تو اس نے ترکی حکمران (خلیفہ) کے لئے "مردِ مریض" (SIK MAN) کے منحوس الفاظ استعمال کئے تھے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو۔ مرقع جنگ ترکی و یونان۔ حصہ اول، مصنفہ منشی عبد القادر تائب۔ مالک آرمی پریس شملہ ۱۹۰۲ء (۱۳۲۱ ہجری)، تاریخ انقلاباتِ یورپ و ایشیا از پنڈت الیشور پرشاد۔ الہ آباد۔ یو۔پی)۔

تحریکِ ترکِ موالات سراسر سیاسی تحریک تھی جس کا آخری مقصد حکومتِ برطانیہ کو ہندوستان سے کھدیڑنا تھا۔ "آگے چل کر یہ دونوں تحریکیں (تحریکِ موالات و تحریکِ خلافت) باہم مل گئیں۔ یو۔پی، پنجاب بلکہ سارے ہندوستان میں تحریکِ خلافت سے مطلب حکومتِ برطانیہ کی مخالفت سمجھا جاتا تھا۔ بہت سے مولوی اور مسلمانوں کے مذہبی پیشوا بھی اس سیاسی جنگ میں حصہ لینے لگے۔۔۔ اور مولوی پیر مسلمان قوم پر حاوی ہو گئے۔ اور گاندھی جی کا بھی اس تحریک (خلافت) پر بڑا زبردست اثر تھا۔ اور خواہ کے لئے یہ احیاءِ مذہب کی تحریک بن گئی۔" (میری کہانی جلد ۱ صفحہ ۲۲۷ و صفحہ ۲۲۸ مصنفہ پنڈت جواہر لعل نہرو)۔

تحریکِ خلافت کے صفِ اول کے مجاہد مولانا ظفر علی نے انہی ایام میں اپنے اخبار زمیندار میں ایک جوشیلی نظم شائع کی کہ

گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا

باطل کو حق سے دست و گریبان کر دیا

حق میں کیا نثار خلافت کے نام پر

سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا

(بحوالہ قادیانیت ۔۔۔۔ پر محاکمہ صفحہ ۱۲ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ)۔

شرمناک انجام

خلافتِ ترکیہ کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ ان کوششوں میں خدائی تائید و نصرت شاملِ حال نہ تھی۔ یہ انبوہ کثیر بظاہر متحد مگر پس پردہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جداگانہ پالیسیوں پر گامزن تھا۔ اس کے انجام کے بارے مولانا عبد المجید سالک لکھتے ہیں:-

"اس تحریک کا جو محض ہنگامی جذبات پر مبنی تھی۔ نہایت شرمناک انجام ہوا۔" (تفصیل سرگذشت صفحہ ۱۱۶)

تمنائے خلافت

پاکستانی

مسلمانوں کے مسیحا دورِ جدید کے سفیرِ اسلام سر محمد اقبال نے بادیٔ اور منتشر الاحوال مسلم قوم کو خلافت کی ضرورت۔ اور اس کے قیام کی دعوت دیتے ہوئے اپنی تمنا کا اظہار کیا ہے

ربط و ضبطِ ملّتِ بیضا ہے مشرق کی نجات

ایشیا والے ہیں اس نکتہ سے اب تک بے خبر

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار

لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

(بانگِ درا صفحہ ۲۶۶ از علامہ اقبال)

"کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر سے تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"

(اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۔۔۔ خط بنام سراج الدین پال)۔

ہمارے اسلاف وہ صحابہ عظام تھے جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے براہ راست نورِ نبوت سے مستفیض ہوئے تھے۔ قاعدہ ہے نبی کی صحبت میں آنے والوں میں منعکس ہو کر تطہیر و تنویر کے روپ میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بذاتِ خود صدیوں بعد دنیا میں واپس تشریف لانا محالات و ناممکنات میں داخل اور قانونِ قدرت، قرآن مجید کی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ لہٰذا جیسا کہ آخرین منھم (سورہ جمعہ) کی تفسیر میں سبھی کا اتفاق ہے۔ آپ کا کوئی اُمتی آپ کا بروزِ کامل انعکاسی طور پر نورِ الٰہیہ اور اسرار و رموزِ نبوت سے معمور مبعوث ہو اور اس کامل بروزِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستفید ہو کر حقیقی اسلاف کا قلب و جگر رکھنے والے خدا نما وجود پیدا ہوں۔ تاکہ ایسے لوگوں میں خداوند تعالیٰ اپنے انعامِ خلافت کو قائم کرے۔

انعامِ خلافت اور مسلمانوں کی حالت

کیا اس دور میں ایسے مسلمان موجود ہیں جن کو خدا تعالیٰ انعامِ خلافت عطا فرمائے؟ کیا ان کے ایمان اور اعمال کا لازمی نتیجہ حصولِ خلافت پر منتج ہوتا ہے۔؟ جب کہ خلافت نبوت کا تتمہ اور خلیفہ اپنے نبی، متبوع کا کامل عکس و بروز ہوتا ہے!

علامہ اقبال

اس سلسلے میں علامہ اقبال نے اپنے مسلمان بھائیوں کا ایک ذہنی فوٹو پیش کیا ہے —

"وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود"

(جوابِ شکوہ۔ بانگِ درا صفحہ ۔۔۔)

نائب رسول علامہ اقبال کی نظر میں

i۔ شیخ در عشق بتاں اسلام باخت
رشتۂ تسبیح را زنار ساخت
ii۔ واعظ ما چشم بر بتخانہ دوخت
مفتئ دین مبیں فتویٰ فروخت
iii۔ چیست یاران بعد از تدبیر ما
رخ سوئے میخانہ دارد پیر ما
(اسرار خودی صفحہ ۷۹ از علامہ اقبال)

i۔ "یعنی حضرت شیخ الاسلام مجازی حسینوں (دوشیزگان) کے عشق میں گرفتار ہے اور ان کے مجازی حسن میں حقیقت توحید اسلام کا متلاشی ہے۔ اس نے اللہ کا نام جپنے والی تسبیح کے (پاکیزہ) دھاگا کو زنار (جنیئو) بنا رکھا ہے۔"

ii۔ "ہمارے واعظ دنیائے عیش و تنعم کی نظر بتخانہ پر گاڑ رکھی ہے۔ اور دین متین اسلام کے مفتی نے فتاویٰ فروخت کرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔"

iii۔ دوسرے دوستو! اس حالت کے پیش نظر دین اسلام کو بچانے کیلئے ہماری کیا تدبیر ہونی چاہیئے جب کہ ہمارے پیر و مرشد شراب خانہ خراب (میکدہ) کی طرف منہ کیئے ہوئے جا رہے ہیں۔"

مسلم از سرِ نبی بیگانہ شد
باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
از منات و لات و عزیٰ و ہبل
ہر یکے دارد بتے اندر بغل
(تعلیمات اقبال صفحہ ۲۷ تالیف پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بریلوی BA ناشر اقبال اکیڈیمی بیرون لوہاری دروازہ لاہور)

یعنی تمام مسلمان نبوی کے اسرار و رموز سے عاری و تہی دست ہو چکے ہیں۔ توحید خالص کعبۃ اللہ بتوں کا گھر (مندر) بن چکا ہے۔ (اہل جہاں سمیت) تمام منات، لات عزیٰ۔ اور ہبل کے پجاری بن چکے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد از ترجمان القرآن

"دولتی اور مسیحی مسلمان مشرکوں سے ملتے جلتے گئے ..... اور جس طرح لات و عزیٰ کی پوجا ہوتی تھی، انہیاء و صلحاء کی پوجا بھی شروع ہو گئی۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۷ تا لیف مولانا آزاد۔ ناشر کتابی دنیا لاہور ۱۹۶۵ء)۔

حضرت امام غزالیؒ در علماء سوء

"سے اکثر پر شیطان غلبہ پا چکا ہے اور ان کی سرکشی نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔" (کتاب الاحیاء لمن اشکالات الاحیاء از حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

"اگر نمونۂ یہود خواہی کہ بینی ..... علماء سوء ..... کانہم ہم۔" (الفوز الکبیر باب اول فصل اول) اے انسان! اگر تو یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے تو علماء اسلام کو دیکھ لے کہ وہ دنیا کے طالب (طلب الدنیا) ہیں۔ گویا یہ وہی ہیں جیسا کہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے۔"

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

i۔ ..... فیصیر و الناس الیٰ علمائہم فاذا ہم قردۃ و خنازیر۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰)۔

"میری امت پر ایسا زمانہ آئیگا ..... پس امت کے لوگ اپنے علماء کے پاس راہنمائی کی امید سے جائیں گے، پس وہ اچانک ان علماء کو بندروں اور سوروں کی طرح پائیں گے۔"

ii۔ یاتی علی الناس زمان ..... علماءہم شر من تحت ادیم السماء ..... الخ (بحوالہ مشکوٰۃ۔ کتاب العلم۔ الفصل الثالث صفحہ ۳۸ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۳)۔

"لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا ..... جب کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ..... ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی تمام مخلوق میں سے بدترین ہونگے۔"

مولانا ظفر علی خان۔ ایڈیٹر زمیندار لاہور

i: "مسلمانان ہند کی شامت اعمال نے مدت مدید سے جھوٹے پیروں، جاہل مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی صورت اختیار کر رکھی ہے۔ جنہیں نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول کا پاس۔ نہ شرع کی شرم، نہ عرف کا لحاظ ..... یہ طبقہ اسلام کے نام پر ایسی گھناؤنی حرکتوں کا مرتکب ہوتا ہے کہ ابلیس لعین کی پیشانی بھی عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہے۔"

(اخبار زمیندار۔ لاہور ۲۱ اگست ۱۹۱۵ء)

ii: "وہ (ملاں) محض فریب اور دجل کے ماہر ہیں ..... وہ راہبر نہیں، راہزن ہیں۔" (زمیندار لاہور ۱۵ اپریل ۱۹۲۴ء)

مولانا مودودی

i: بازاروں میں جائیے، مسلمان رنڈیاں ..... کوٹھوں (چکلوں) پر ..... مسلمان زانی گشت لگاتے ملیں گے۔ جیل خانوں میں ..... مسلمان چوروں، مسلمان ڈاکوؤں، مسلمان بدمعاشوں سے آپ کا تعارف ہوگا ----- دفتروں اور عدالتوں میں ..... رشوت خوری، جھوٹی شہادت، جعل، فریب، ظلم اور ہر قسم کے اخلاقی جرائم کے ساتھ مسلمانوں کا جوڑ لگا ہوا پائیں گے ..... سوسائٹی میں مسلمان شرابیوں، مسلمان قمار بازوں، مسلمان سازندوں، مسلمان گویوں، مسلمان بھانڈوں سے آپ دوچار ہونگے۔ آپ اس مسلم سوسائٹی کا جائزہ لیں گے، تو اس میں آپ کو بھانت بھانت کا مسلمان نظر آئے گا ..... یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوے، گدھ، بٹیر، تیتر، اور ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک چڑیا ہے۔" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ ۱۳۰، ۳۸، صفحہ ۳۹۔ زیر عنوان تحریک اسلامی کا تنزل)

تکفیر کے فتوے

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصلی دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے ..... میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں سے ایک مودودی ہیں۔"

(اختلاف امت۔ علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب صفحہ ۱۔ از محمد صادق صاحب مہتمم مدرسہ مظہر العلوم۔ محلہ کھڈہ۔ کراچی)۔

"مولوی مودودی کافر اور خارج از اسلام ہے ..... اس کی جماعت سے تعلق رکھنا صریح کفر ہے، وہ دہریہ اور سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔" (فتویٰ مفتی محمود صاحب ہفت

روزہ زندگی۔ ۱۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

بریلویوں کا دیوبندیوں کے خلاف فتویٰ!

"وہابیہ دیوبندیہ ..... قطعاً مرتد اور کافر ہیں۔ اور ان کا ارتداد و کفر سخت، سخت، سخت و اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ..... پس وہابیہ دیوبندیہ سخت، سخت، سخت اشد مرتد و کافر ہیں۔ ایسے کہ جو ان کو کافر نہ کہے، خود کافر ہو جائے۔ اس کی عورت اس کے عقد سے باہر ہو جائے۔ اور جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی۔ اور از روئے شریعت ترکہ نہ پائے گی۔"

(المعلن محمد ابراہیم بھاگلپوری۔ مطبوعہ برقی پریس۔ اشتیاق منزل امین آباد روڈ لکھنؤ صفحہ ۶۳)

دیوبندیوں کا بریلویوں کے خلاف فتویٰ

"یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے موجب خروج ایمان و ازالہ تصدیق و ایقان ہوں گی ..... اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو مستحق سحقاً فرما کر حوض مورود و شفاعت محمود سے کتوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے ....."

(رجوم المذنبین علی رؤس الشیاطین۔ المشہور بہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب صفحہ ۱۱۱۔ مؤلفہ مولوی سید حسین احمد مدنی۔ ناشر کتب خانہ اعزازیہ۔ دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ یو پی۔ بھارت)۔

سنی۔ شیعہ

رافضیوں۔ تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی و قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ..... ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے ..... اولاد ولد الزنا ہوگا۔ اور جو ..... ان کے کافر ہونے میں شک کرے، باجماع تمام ائمہ دین کافر بے دین ہے۔"

(فتویٰ مولوی شاہ احمد رضا خان۔ بحوالہ رسالہ رد الرفضہ صفحہ ۲۳ شائع کردہ نوری کتب خانہ۔ بازار داتا صاحب لاہور۔ مطبوعہ گلزار پریس۔ بیرون بھاٹی گیٹ لاہور۔ ۱۳۲۰ ہجری)

شیعہ حضرات کا فتویٰ

"جو مسلمان

کہ بقول اثنا عشری عقیدہ رکھنا شیعوں کے نزدیک وہ مومن نہیں، مسلمان ہے ...... ایسی صورت میں باوجود عالم مسئلہ ہونے کے اگر ایسا نکاح واقعہ ہو جائے تو وہ نکاح باطل ہے۔ ان کی اولاد یقیناً شرعاً ولد الزنا ہو گی۔" (مسئلہ نکاح شیعہ وسنی کا مدلل فیصلہ موسوم بہ المنتظر صہ ۲۔ مؤلفہ سید محمد رضی الرضوی القمی ابن علامہ الحائری مطبوعہ سٹیم پریس (لاہور)۔

پرویزی صاحبان کا فتویٰ

"حکمِ الوہیت حضور سرورِ کائنات علیہ التسلیمات کے منصب و مقام اور آپ کی تشریعی حیثیت کی منکر اور آپ کی احادیث مبارکہ کی جانی دشمن ہے۔ رسول کریم کے ان کہنے ہوئے باغیوں نے رسول کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم کر دیا ہے جانتے ہو! باغی کی سزا کیا ہے؟ صرف گولی!" (اہل سنت والجماعت کا ترجمان ہفت روزہ رضوان لاہور۔ حکمِ الوہیت نمبر صہ ۳ مورخہ ۲۱/۲۸ فروری ۱۹۵۶ء پیرنٹر سید محمود احمد رضوی لاہور)۔

پرویزیوں کے خلاف فتویٰ

I:۔ "غلام احمد پرویز شریعت محمدیہ کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ......" (فتویٰ ولی ٹونکی۔ مفتی و مدرس اور محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث۔ مدرسہ اسلامیہ ٹاؤن کراچی)۔

مقلد اور غیر مقلد کے مدنظر فتویٰ

I:۔ "وہابیہ و غیرہ مقلدین زمانہ باتفاق علمائے حرمین شریفین کافر و مرتد ہیں۔"

II:۔ "ان کا نکاح مسلمانوں سے نہیں ہو سکتا۔ کافروں اور مشرکوں سے بھی نہیں ہو سکتا۔ کسی انسان سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں اولاد ولد الزنا کہلائے گی۔" (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صہ ۴۰۹۔ مرتبہ الحاج داؤد راز۔ خطیب جامع اہلحدیث)

III:۔ "اگر کسی جانور سے بھی شادی کر لیں اور اس سے اولاد ہو تو وہ بھی ولد الزنا ہو گی محروم الارث ہو گی۔" (فتاویٰ الملفوظ حصہ دوم صہ ۹۷، ۹۸ مرتبہ مفتی اعظم ہند)

مولانا مودودی کے مطابق اس "مسلم سوسائٹی میں" دائرہ اسلام کے اندر ایک فرد بھی حقیقی مسلمان نہیں رہا۔ یہ ایک چڑیا گھر ہے جس میں چیل، کوّے، گدھ ...... ہزاروں قسم کے جانور جمع ہیں۔" سو اس اجمالی تفصیل سے ظاہر ہے کہ دورِ حاضر کے تمام فرقہائے اسلام میں سے کوئی فرقہ خلافتِ اسلامیہ کا اہل نہیں اور نہ ہی کوئی مسلمان فرد "خلیفہ" کا اعزاز پانے کا مستحق ہے۔ اور نہ ہی دوسرے مسلم فرقے کسی ایک فرقہ میں سے منتخب خلیفہ کی بیعت کرنے کو تیار ہو رہا ہے۔ صحیح

"گر تجھے باور نہیں تو یہ سمجھ کر دیکھ لے"

فرقہ ناجیہ کی علامات

I:۔ "اسلام میں اکثریت کا کسی بات پر متفق ہونا اس کے حق ہونے کی دلیل ہے نہ ہی اکثریت کا نام سواد اعظم ہے نہ ہر بھیڑ چال کے حکم میں ہے۔ نہ ہی کسی مقام کے مولویوں کا کسی رائے کو اختیار کر لینا اجماع ہے ..... اس مطلب کی تائید حدیث نبوی سے ہوتی ہے کہ ..... میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائیگی جو سب کے سب جہنم میں پڑ جائیں گے۔ بجز ایک کے ..... فرمایا (ناجی) وہ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوں گے۔ ...... اس حدیث نبوی میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہو گی۔ دوسری یہ کہ وہ نہایت اقلیت میں ہو گا۔" (ترجمان القرآن جنوری ۱۹۴۵ء صہ ۱۷۵، ۱۷۶ مرتبہ سید ابو الاعلیٰ مودودی)

حضرت امام ملا علی قاریؒ

"فتلك اثنان وسبعون فرقة كلهم في النار والفرقة الناجية هم اهل السنة البيضاء المحمدية والطريقة النقية الاحمدية" (مرقاۃ۔ شرح مشکوۃ جلد اوّل صہ ۲۴۸)۔

"پس یہ بہتر فرقے سب کے سب آگ میں ہوں گے اور ناجی فرقہ وہ ہے جو روشن سنت محمدیہ اور پاکیزہ طریقہ احمدیہ پر قائم ہے۔"

فرقہ ناجیہ کا تعین

پاکستان سیاسی دنیا میں اور وہاں کا ملاّں مذہبی جگت میں اپنی لیڈر شپ قائم کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں وہاں کے سیاسی لیڈروں اور مذہبی ملاّؤں نے متفقہ ایک عجیب فیصلہ کر کے ۷۲ فرقوں "کلهم في النار" کو ایک طرف اور فرقہ ناجیہ "هم اهل السنة البيضاء المحمدية والطريقة النقية الاحمدية" کو ان سے الگ کر دیا ہے۔

پاکستانی سرکار نے فرقہ احمدیہ کو قومی اسمبلی کے فیصلے کے مطابق غیر مسلم NOT MUSLIM قرار دیا۔ اور قرطاس ابیض کے ذریعہ احمدیت کے خلاف دنیا بھر میں سرکاری ذرائع سے لٹریچر کے طومار لگا دیئے ہیں۔ رسائل و کتب اور اخبارات میں اس فیصلے پر خوشیاں منائی گئی ہیں۔ چنانچہ زمیندار نے لکھا:۔

I:۔ "مجلس عمل نے گذشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ میں دوسری مرتبہ اجماع امت کا موقعہ مہیا کیا ہے آج مرزائے قادیان کی مخالفت میں امت کے ۷۲ فرقے متحد و متفق ہیں۔" (زمیندار ۵ دسمبر ۱۹۵۲ء صہ ۳ کالم ۱)

II:۔ اخبار نوائے وقت نے "۷۲ (بہتر فرقوں کا اجماع" کی شہ سرخی کے ساتھ اعلان کیا کہ:۔

"اسلام کی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر امت میں کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت نہیں ہوا۔ اجماع امت میں ملک کے سب بڑے بڑے علمائے دین اور حاملان شریعت متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کا سیاسی راہنما کا حقہ متفق ہوئے ہیں۔ اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ، برگزیدگان تصوف و طریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔ کو چھوڑ کر جو بہتر ۷۲ فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں۔ سب کے سب اس مسئلہ کے حل پر متفق اور خوش ہیں۔" (نوائے وقت ۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء صہ ۳)

سرکاری اور قومی فیصلہ کس قدر روشن، واضح اور مخصوص ہے۔ کہ امت محمدیہ کے ۷۲ فرقے یکجا متفق و متحد ہیں۔ جو "کلهم في النار" کے حکم میں آ گئے۔ اور صرف ایک فرقہ ۷۳ واں الناجیہ۔ احمدیہ ناجی ہے۔ پس "یہ مسئلہ اہل مسائل میں سے ہے جو اسے سمجھتا ہے۔ اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہی فرقہ ہے۔ وہی مسلمان ہے۔" (سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ از حضرت محمد بن عبد الوہاب بانی اہلحدیث)

ع
جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ ہدیٰ یہی ہے

خلافت کا اہل فرقہ احمدیہ

اس جوشش تفصیل سے ثابت ہے کہ

I:۔ مسلمانوں کے بہتر فرقے خلافت کی نعمت سے محروم ہیں۔ ان کے اپنے بیانات و فتاویٰ کی رو سے کوئی فرقہ بھی دائرہ اسلام کے اندر نہیں ہے۔ ان میں ایک فرد بھی "خلیفہ" کا اہل نہیں۔

II:۔ امت کے تہتر ۷۳ فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ احمدیہ ہی ناجی ہے اور وہی انعام خلافت کا اہل و حقدار ہے۔

III:۔ عہد جدید کے مفکر اسلام و قیام خلافت کے متمنی علامہ اقبال نے جماعت احمدیہ سے باہر رہتے ہوئے بھی خلافت احمدیہ کو اپنا کے اسے ترقی دینے کی اپیل کی ہے کہ:۔ "میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب، جس کا سایہ اللہ کی ذات نے ..... ڈالا ہے۔ اسلامی سیرت کا وہ نمونہ ہے، اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں۔ اسی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی صورت میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں۔" (ملت بیضا پر عمرانی نظر)

خلافت احمدیہ کی خصوصیات

I:۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کے لیے ایک امام۔ ایک ہی نظام قضا اور (باقی ملاحظہ فرمائیں صہ ۱۶ پر)

روحانی ہتھیار

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم نصیحت

از مکرم عبدالمالک صاحب آف لاہور بحوالہ الفضل پاکستان

انسان اپنی زندگی میں اپنے لئے جہاں بھی ہے حفاظت کا انتظام کرتا ہے تاکہ چوری سے بچ سکے اور دشمنوں سے محفوظ رہے اسی طرح سے خاندان پھر قومیں پھر ملک بھی جس قدر بھی دنیا میں موجود ہیں اپنی حفاظت کا انتظام کرتے ہیں۔ جدید اسلحہ بناتے ہیں یا دوسروں سے خریدتے ہیں تاکہ جنگ کے موقعہ پر کام آسکیں اور دشمن کا مقابلہ ہو سکے۔ پھر بعض اسلحہ ایسا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے قدیم اور پرانا ہو جاتا ہے۔ اور سکریپ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور پھر بڑے بڑے ملک نیا اسلحہ بناتے ہیں اور دنیا کے غریب ممالک میں یا متوسط ممالک میں فروخت کرتے ہیں۔ اسلحہ بنانے والوں کا کام اور اس اسلحہ کو فروخت کرنے والوں کا کام تجارت ہوتا ہے۔ اور اس تجارت کے نتیجہ میں بھی لوٹ انسان کو جانی مالی بہت نقصان ہوتا ہے اور تباہی و بربادی از کا سبب بن جاتی ہے۔ جس طرح سے مادی دنیا میں ہتھیاروں کی دوڑ لگی ہے اسی طرح سے روحانی دنیا میں بھی ہتھیار موجود ہیں اور ان کا استعمال قدیمی ہے اس کا ماڈل پرانا نہیں ہوتا وہ خراب نہیں ہوتا اس کے استعمال میں نقص نہیں ہوتا اور اس کو چلانے والا ہمیشہ فتح نصیب ہوتا ہے وہ عام کرتا ہے۔ اس پر رقم خرچ نہیں ہوتی۔ اس کے چلانے والوں کا اعتبار جس قدر بڑھے گا کامیابی اتنی ہی بڑی ہوگی اور دشمن اتنا ہی ذلیل ہو گا۔ وہ اسلحہ کیا ہے وہ ہتھیار کیا ہیں ان کا استعمال کتنا کرنا ہے اس کا جواب حضرت حاجی الحرمین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:-

(۱) استغفار۔ (۲) لاحول۔ (۳) درود اور (۴) الحمد شریف۔ کا ورد کثرت سے کرو ان ہتھیاروں کو اپنے قبضہ میں لو اور ان کو کثرت سے استعمال کرو۔

(الحکم نمبر ۲۸ جلد ۱۲ ۱۴ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷ خطبہ جمعہ ۵ جون ۱۹۰۸ء)

پس روحانی طور پر جس نے بھی ان ہتھیاروں کو استعمال کیا خدا تعالیٰ نے اس کو کامیابی سے نوازا اور اس کے معاند دشمن کو ناکام کیا۔

یہ بالکل کھلی کتاب ہے جس کو شک ہے آزما کر دیکھ لے کیونکہ اللہ کے بندے نہیں بولتے جب تک خدا تعالیٰ کا اذن نہ ہو اور ان کی بات خدا کی بات ہوتی ہے۔

کاش کوئی اس راز پر عمل کرے اور ہمیشہ کامیابی حاصل کرے۔

اے خدا تو ہم کو اس مبارک پُر معارف نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ آمین ✽

خلافت کی عظمت و اہمیت

از مکرم سید فضل نعیم صاحب احمدی معلم وقف جدید کرڈاپلی۔ اڑیسہ

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت "ثم تکون الخلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ" (مشکوٰۃ) کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت کا قیام عمل میں آیا۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب بالاتفاق منصب خلافت پر سرفراز ہوئے۔ اس موقعہ پر بہت سے احباب کے دستخط تھے اور یہ تحریر تھا کہ:-

"ہم بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ثبت ہوئے اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی حکیم مولوی نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے عالم اور متقی ہیں جن کے وجود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں آپ نے ایک شعر میں فرمایا ہے

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

کے ہاتھ پر احمد کے نام پر جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا۔"

(بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مذکورہ درخواست کے ذریعہ سے بیعت لینے کی التماس کی گئی حضور نے فرمایا:-

"اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا۔ اور میں نے کبھی وطن کا خیال نہ کیا یہاں تک کہ خواب میں بھی نہ دیکھا"

(اخبار بدر ۴ جون ۱۹۰۸ء)

"اب میں تمہارا خلیفہ ہوں اگر کوئی کہے کہ "الوصیت" میں حضرت صاحب نے نورالدین کا ذکر نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں ایسا ہی آدمؑ اور ابوبکرؓ کا ذکر بھی پہلی پیشگوئی میں نہیں۔ پس کان کھول کر سنو اب اگر اس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو اعقبھم نفاقاً فی قلوبھم کے مصداق بنو گے۔"

(بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

خلیفہ کی بیعت ضروری ہے

خلیفہ خدا بناتا ہے اور خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا

ایک موقعہ پر آپؓ نے فرمایا:-

"اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے نہ کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح پر آدمؑ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

حضور رضی اللہ عنہ نے ۱۶ اور ۱۷ جون ۱۹۱۲ء کو احمدیہ بلڈنگ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:- ۲۳

"خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے۔ اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے پس جب میں مر جاؤں گا پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا۔ اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

پس اے احمدیو! خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق خلافت کی نعمت کی قدر کرو۔ اگر تم نے خلافت کی نعمت کی ناقدری کی یقیناً خدا تعالیٰ کے غضب کے مورد بن جاؤ گے ✽

✽ سو ہمیں ہر وقت اپنے محبوب امام خلیفہ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ ہمیں آئندہ وقت کی ہر بات پر لبیک کہنے کی توفیق دے۔ آمین

منکرین خلافت نے خلافت کا انکار کر کے کیا کچھ کھویا

اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارچ ۱۹۱۴ء میں تخت خلافت پر متمکن فرمایا۔ اکابرین سلسلہ احمدیہ میں سے بعض اور ان کے ساتھیوں نے آپ کی خلافت کا انکار کیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں حسب ذیل برکات اور نعمتوں اور رحمتوں سے محروم کر دیا۔

خلافت اور اس کی برکات

سورہ نور کی آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے صالح مومنین میں خلافت قائم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ الوصیت میں اسی آیت کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلایا اور خلافت کو قدرت ثانیہ کے نام سے موسوم فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قدرت ثانی یعنی خلافت کا نمونہ بتایا اور فرمایا:۔

”تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔“ (الوصیت صفحہ ۶)

منکرین خلافت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت مولانا نور الدین اعظم خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو اس دوسری قدرت کا مصداق سمجھ کر آپ کو خلیفۃ المسیح الموعود تسلیم کیا۔ مگر آپ کی وفات کے بعد خدا کی قدرت ثانی یعنی خلافت ثانیہ کا انکار کر دیا۔ اور بعض اور وجودوں کو جو خدا کی دوسری قدرت کا مظہر ہونے تھے رد کر دیا۔ اس طرح وہ خدا کی قدرت ثانی سے محروم ہو گئے اور اب وہ خدا کے اس وعدہ کے مصداق نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں جو اس نے قدرت ثانی کے ساتھ وابستہ کیا ہوا ہے۔ اور نہ یہ ہے۔

”میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ

دونگا۔“ (الوصیت صفحہ ۲)

واجب الاطاعت پیشرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ پیغام صلح میں ہمیشہ کے لئے احمدی سلسلہ کے پیشرو کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور اسے احمدی سلسلہ کے لئے واجب الاطاعت قرار دیا ہے چنانچہ فرمایا:۔

”احمدی سلسلہ کے پیشرو کی خدمت میں پیش کر دیا گئے۔ اور جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں در اصل وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں ہیں جو ان کے نزدیک واجب الاطاعت ہو۔“

اس سے ظاہر ہے کہ احمدی جماعت کا پیشرو اور امام واجب الاطاعت ہے جو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن غیر مبائعین موجود الوقت خلیفہ سے باغی ہیں اور ان کا اپنا کوئی واجب الاطاعت امام اور پیشرو نہیں ہاں پریذیڈنٹ یا میر مجلس ہے جو کہ انجمن میں کثرت رائے کا پابند ہوا کرتا ہے۔ وہ کسی صورت میں واجب الاطاعت امیر کہلانے کا مستحق نہیں۔ اور نہ ان کی انجمن کو جماعت کا خطاب دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔ العرض یہ خلافت حقہ کے انکار کا نتیجہ ہے۔

جماعت احمدیہ اور اس کی برکات

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

”خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دونگا۔ اور ان میں کثرت بخشونگا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا۔ اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علی حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل۔“ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۱ و اشتہار ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء)

گذشتہ سالوں میں مبائعین کا گروہ بڑھا۔ اور غیر مبائعین کا گروہ گھٹا۔ مبائعین کے نفوس و اموال میں خدا نے برکت دی۔ اور ان میں کثرت بخشی گئی۔ جیسا کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نفوس و اموال سے ثابت ہے۔ مگر غیر مبائعین کے نفوس و اموال میں نہ وہ برکت دکھائی دیتی ہے۔ اور نہ ان میں وہ کثرت جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب پریذیڈنٹ انجمن غیر مبائعین کے نفوس و اموال سے ظاہر ہے۔ پھر جماعت احمدیہ قادیان پر ابتلاؤں پر ابتلاء آئے۔ مگر خدا انہیں نہیں بھولا۔ اور نہ فراموش کیا۔ اس نے انہیں کامیابی پر کامیابی دی۔ خدا کے اس امتیازی سلوک سے ظاہر ہے کہ مبائعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خالص اور دلی محبوں کا گروہ ہے اور غیر مبائعین اس کے بالکل برعکس اور یہ نتیجہ ہے انکار خلافت کا۔

اصحاب الصفّۃ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

”اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ۔ ترى اعينهم تفيض من الدمع۔ يصلون عليك۔ ربنا اننا سمعنا مناديا ينادى للايمان وداعيا الى الله وسراجا منيرا“ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۵) صفہ کے رہنے والے اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے تو دیکھیگا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ اور وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے منادی کرنے والے کی آواز سُنی۔ جو ایمان کی طرف بلاتا ہے اور خدا کی طرف بلاتا ہے اور چمکتا ہوا چراغ ہے۔ قادیان میں خطبات جمعہ، خطبات نکاح اور جلسہ سالانہ اور مجلس مشاورت وغیرہ تقاریب پر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تقریروں میں عام طور پر اصحاب الصفہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے دیکھے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مبائعین چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو داعیاً الی اللہ اور چمکتا ہوا چراغ یقین کرتے ہیں۔

کیا غیر مبائعین اپنے سینوں پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین کی تقریروں میں ایسا اثر اور جذب موجود ہے۔ اگر نہیں تو معلوم ہوا ان کے امیر اور خود انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سراجاً منیراً سے اپنے سینوں کے چراغوں کو روشن نہیں کیا۔

اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

”انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا (تذکرہ صفحہ ۶۲، ۶۳ و صفحہ ۶۴۷، ۶۵۱) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ناپاکی دور کرے، تمہیں پاک کرے۔ جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے سے

کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھ کو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
میری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین)

مبائعین کو ایسے منزہ اہل بیت کی معیت حاصل ہے۔ مگر غیر مبائعین اس نعمت سے محروم ہیں۔ اور نہ صرف محروم بلکہ سخت معاند۔

پسر موعود اور مصلح موعود

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا:۔

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۶ پر)

بقیہ اداریہ صفحہ ۲

جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند ہوگا۔ جو خُدا سے ہدایت حاصل کرکے دنیا کو نورِ ہدایت سے منور کرے گا۔ اب اندازہ لگائیں کہ کہاں ہے آج کل کے اسلامی گروہوں کی خواہش خلافت اور اس کے لئے کیسی ہے ان کی سفلہ اور گھٹیا قسم کی سوچیں اور کہاں ہے خلافت کا وہ عظیم تصور جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی روحانی وجسمانی ترقی کے لئے بیان فرمایا ہے

پھر سورہ نور کی آیت استخلاف کو بھی تو غور سے دیکھیں کہ اس میں تو ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے خدا تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے۔(النور)

پس خلافت کے وعدہ کی تکمیل کے لئے ہتھیار خریدنے۔ انتہا پسندی دکھانے اور دہشت پھیلانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ اسلامی تعلیم ہے اس کی تکمیل تو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے شیریں پانی سے ہوگی۔ اب اگر آج خواہش خلافت کی تکمیل نہیں ہو پارہی تو اس کی صاف وجہ یہ ہے کہ نہ ایمان ہے اور نہ اعمال صالحہ اور ایمان واعمالِ صالحہ کی دولت خدائی مامور کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ پس آج خدا نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی دولت جن لوگوں کو عطا فرمائی ہے اُن میں خلافت کا روحانی نظام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قائم ہے جو عالمگیر طور پر مسلمانوں کی اور تمام اہل دنیا کی فلاح وبہبود کی کوششوں میں مصروف ہے۔ پس آنکھیں کھولیں سینوں کو پاک وصاف کریں۔ تعصّب کی کھڑکیوں کو بند کریں۔ خدا سے تعلق قائم کرکے اس سے پوچھیں اللہ ضرور اس خلافت کی طرف آپ کی راہنمائی فرمائے گا۔ اور آپ بھی اس عظیم روحانی جہاد میں شامل ہوجائیں گے جس میں گزشتہ ایک سو سال سے جماعت احمدیہ مصروف ہے

بالآخر احمدی بھائیوں کے لئے یوم خلافت کے اس بابرکت موقع پر عرض ہے کہ اس سال کے لئے سیدنا حضرت امیرالمؤمنین مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس عظیم روحانی پیغام کو ضرور یاد رکھیں جو آپ نے ہندوستان میں قیام امن کی کوششوں کے سلسلہ میں اپنے خطاب جلسہ سالانہ قادیان میں ۲۸/دسمبر ۱۹۹۴ء کو ہندوستان کے باسیوں کے نام دیا تھا۔ اس پیغام کے تعلق سے تاحال بھرپور کوششوں کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفۂ برحق کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(منیر احمد خادم)

درخواست دُعا:۔ مکرم محمد نعیم الحق صاحب سمبلپور (اڑیسہ) اپنے اہل وعیال اور جملہ افرادِ جماعت کی دینی ودنیوی ترقیات، بچوں کے نیک صالح وخادم دین ہونے اور امتحانات میں نمایاں کامیابی نیز خود کی محکمانہ ترقی اور مقبول خدمت دین کی توفیق عطا ہونے کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتے ہیں

(ناظر بیت المال آمد۔ قادیان)

اخبارِ احمدیہ

لندن ۱۲/مئی سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت ہیں۔ الحمد للہ

احباب جماعت اپنے جان ودل سے پیارے آقا کی صحت وسلامتی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابیوں اور خصوصی حفاظت کے لئے دردِ دل سے دُعا جاری رکھیں۔

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمامنا بروح القدس وَ متعنا بطول حیاتہ وَبارِکْ فی عمرہ وامرہ ؂

نتیجہ تحریری انعامی مقالہ جات

نظارت تعلیم صدرانجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے ذیل کے عناوین پر معیاری مضامین/مقالہ جات برائے سنہ ۹۵-۱۹۹۴ء لکھے جانے کا اعلان کیا گیا تھا۔

۱۔ عصرِ حاضر میں مذہب کی ضرورت۔

۲۔ فریضہ تبلیغ اور ہماری ذمہ داریاں (۳) تحریک وقف نو اور ہماری ذمہ داریاں

امیدواران کی طرف سے مقالہ جات موصول ہونے کے بعد مندرجہ ذیل اُمیدوار اول دوم قرار پائے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی یہ کامیابی مبارک کرے۔ آمین۔

۱۔ مکرم شیخ ذوالفقار علی محمود متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان۔ اوّل

۲۔ مکرم شیخ مجاہد احمد عابد متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان۔ دوم

دیگر امیدواران میں سے مقالہ کی دیگر شرائط پوری نہ کرنے کی وجہ سے سوم انعام کا مستحق کوئی قرار نہیں دیا گیا۔

(ناظر تعلیم صدرانجمن احمدیہ قادیان)

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائیٹر سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ:۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون: ۶۲۹۴۴۲

طالبِ دعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم
M/S NISHA LEATHER
SPECIALIST IN: LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS WALLETS ETC.
19A, JAWAHAR LAL NAHRU ROAD
CALCUTTA - 700081

C.K.ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

Star CHAPPALS
PHONE: 543105
WHOLLESELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO 7, FAHIMABAD COLONY, KANPUR-1 PIN- 208001

FOR
DOLOO SUPREME
CTC TEA
IN 100 GMS & 200 GMS POUCHES
contact:- TAAS CO.
P. 48 - PRINCEP STREET - CALCUTTA - 700072 -
PHONES - 263287 279302 -

ضروری اعلان

بابت داخلہ مدرسہ احمدیہ قادیان

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مدرسہ احمدیہ کا نیا تعلیمی سال ۱۶ راگست ۱۹۹۵ء سے شروع ہوگا۔ خواہش مند امیدوار درج ذیل کوائف کے ہمراہ اپنی درخواستیں مطبوعہ فارم پر نظارت تعلیم میں ارسال کریں۔ داخلہ فارم نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان سے حاصل کر سکتے ہیں۔

داخلے کی شرائط ۱۔ درخواست دہندہ واقف زندگی ہو یا اپنی زندگی وقف کرنے کا خواہش مند ہو۔

۲۔ جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند ہو۔

۳۔ کم از کم میٹرک یا اس کے برابر تعلیم حاصل کی ہو۔

۴۔ قرآن کریم ناظرہ جانتا ہو۔

۵۔ عمر ۱۷ سال سے زائد نہ ہو، گریجویٹ پاس کی عمر ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔ استثنائی صورت میں عمر میں چھوٹ دیئے جانے پر غور ہو سکتا ہے۔ حفظ کلاس کے لئے عمر ۱۲ سال سے زائد نہ ہو۔ قرآن کریم ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو۔ (۶)۔ امیر جماعت/صدر جماعت مطمئن ہوں کہ درخواست دہندہ وقف اور داخلے کے لئے موزوں ہے۔ (۷) درخواست دہندہ اپنی اسناد کی مصدقہ نقول معہ ہیلتھ سرٹیفکیٹ امیر/صدر جماعت کی رپورٹ کے ساتھ معہ دو عدد فوٹو گراف پاسپورٹ سائز ۱۰ر جولائی ۱۹۹۵ء تک ارسال کریں۔ (۸) تحریری ٹیسٹ وانٹرویو میں معیار پر پورا اترنے والے طلباء کو ہی مدرسہ احمدیہ میں داخل کیا جائیگا۔ انٹرویو کی اطلاع بعد جائزہ درخواست بعد میں انفرادی طور پر کی جائیگی۔

نوٹ:۔ (i) قادیان آنے کے لئے سفر کے اخراجات امیدوار کو خود برداشت کرنے ہوں گے۔ (ii) ٹیسٹ وانٹرویو میں فیل ہو جانے کی صورت میں واپسی سفر اپنے خرچ پر کرنا ہوگا۔ (iii) قادیان آتے وقت اپنے ہمراہ موسم کے لحاظ سے گرم سرد کپڑے رضائی، بستر وغیرہ لے کر آئیں۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئیگا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امرًا مقضیا۔"

(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

۲۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا

(اشتہار جولائی ۱۸۸۸ء الموسومہ تتمہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء)

۳۔ پھر فرماتے ہیں "مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔

۴۔ ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

(تبلیغ رسالت جلد اول حاشیہ صفحہ ۱۴۸)

۵۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا

اے فخر رسلی قرب تو معلوم شد — دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

(اشتہار تکمیل تبلیغ حاشیہ مذکور صفحہ ۱۴۸ اور ۱۴۹)

۶۔ بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا (درثمین)

پسر موعود اور مصلح موعود کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئیاں عظیم الشان نشان آسمانی ہیں مبائعین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان نشان کی دل وجان سے قدر کی اور اس کے مصدق ہوئے۔ مگر حیف ہے غیر مبائعین پر کہ انہوں نے ایسے عظیم الشان نشان کی تکذیب کی

۷۔ بیت المسیح الموعود۔ ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا اور انہیں ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعونی بخار ہے ان دنوں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے "انی احافظ کل من فی الدار" یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کی حفاظت کروں گا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی صاحب کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو ان کو پریشانی اور گھبراہٹ میں پاکر حضور نے فرمایا۔ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا ہوں۔ اور میرا دعویٰ الہام غلط ہوا۔ یہ کہہ کر حضور نے مولوی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اور قدرت الٰہی سے بخار کا نام ونشان نہ رہا۔ (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ نشان ۱۰۳) لیکن اب مولوی صاحب اور ان کے غیر مبائعین کو ایسے بابرکت اور محفوظ دار المسیح واقعہ قادیان دارالامان سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(مرسلہ فوزیہ منڈا سگر ہبلی)

بقیہ صفحہ نمبر ۱۴

ایک ہی نظام بیت المال مقرر فرمایا۔ یہی دستور اساسی دستور العمل کے رنگ میں خلافت راشدہ میں پختگی کے ساتھ جاری وساری رہا۔

خلافت احمدیہ اپنے متبوع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خدا نما اسلاف کی سچی تصویر (TRUE COPY) ہے اس کا ایک امام۔ ایک نظام بیت المال اور ایک ہی نظام قضا ہے۔ ساری دنیا کے ۱۴۶ ممالک کے لاکھوں احمدی اس سے منسلک ہیں۔ ؟؟ قرون اولیٰ کے مسلمان خصوصاً خلافت راشدہ کے مومنین جہاد اکبر (تبلیغی جہاد) کے فریضہ کو اولیت دیتے رہے۔ خلافت احمدیہ سے وابستہ مؤمنین اپنے بزرگوں سے اس طرح مشابہ ہیں کہ سر مو فرق نہیں۔ ساری جماعت احمدیہ رات دن اشاعت اسلام کا فریضہ اپنی بساط کے مطابق ادا کر رہی ہے خلافت احمدیہ کے کارناموں کو خلافت راشدہ کے سنہری کارناموں سے ملا کر پرکھ لیں۔ انشاء اللہ فرق نہیں ملے گا۔ البتہ وہاں جلالی صفات جلوہ گر تھیں۔ جبکہ یہاں جمالی اوصاف حمیدہ اپنی شان دکھا رہے ہیں۔ یہ فرق تفقہ فی الدین والوں اور اہل اللہ کے ہاں روح اسلام ہے۔

साप्ताहिक 'बद्र'
कादियान [पंजाब]

सम्पादक :-
मुनीर अहमद खादिम
उप सम्पादक :-
मुहम्मद नसीम खान
कुरैशी मुहम्मद फज़लुल्लाह

वर्ष 2 हिन्दी भाग 11, 18 मई 1995 अंक 19-20

पवित्र कुर्आन

आसमानों और ज़मीन की हुकूमत अल्लाह की है।

आसमानों और ज़मीन की हुकूमत भी उसी की है और सारी बातें उसी की ओर (निर्णय के लिए) लौटाई जाएँगी।

वह रात को दिन में समो देता है तथा दिन को रात में और वह दिलों की बातों को भली भांति जानता है।

हे लोगो अल्लाह और उसके रसूल पर ईमान लाओ और तुझे पहली जातियों के बाद जिस (सम्पत्ति) का मालिक बनाया है उसमें से खर्च करो और तुम में से जो लोग मोमिन हैं और वे अल्लाह की राह में खर्च करते रहते हैं उन्हें बहुत बड़ा प्रतिफल मिलेगा। (अल्-हदीद 2 8)

अपने भाई की मदद करो

हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा सल्लल्लाहो अलैहिवसल्लम फ़र्माते है :-

"अपने भाई की मदद करो चाहे वह अत्याचारी हो या उस पर अत्याचार किया गया हो एक व्यक्ति ने कहा हे अल्लाह के रसूल यदि उस पर अत्याचार होगा तो उसकी मदद तो मैं करूंगा परन्तु अत्याचारी की मैं किस प्रकार मदद करूं? आप ने फ़र्माया उसकी मदद करना यह है कि उस अत्याचारी को अत्याचार से तू रोके अर्थात् तू उसे अत्याचार न करने दे।

:- (बुखारी) :-

इमाम महदी, मसीह मौऊद तथा कल्कि अवतार के आने का समय

(भाग-3)

दानियेल की इस भविष्यवाणी में हज़रत मसीह के आने का समय बताया गया है और इसके साथ ही हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा (सल्लअम्) के समय के दो निशान बताए गए हैं- एक निशान नित्य अग्नि बलि को समाप्त करने का था। यह बलि बाईबल में इस्राईल की सन्तान पर लगाई गई थी और कहा था कि यह बलि सर्वदा के लिए परमात्मा के सामने रखनी होगी। यह बलि समाप्त नहीं हो सकती थी जब तक कि बाईबल का विधान परिवर्तित होकर नया विधान लागू न होता। चुनांचि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा (सल्लअम्) के आने से वह विधान परिवर्तित हो गया और इस्लामी विधान चालू हो गया। इस्लाम के विधान में यह अग्नि की बलि समाप्त कर दी गई।

दूसरी निशानी मूर्तियों के नष्ट होने की थी। यह बात भी हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा (सल्लअम्) के समय में पूरी हुई, जबकि आपने अपने दस हज़ार साथियों के साथ मक्का में प्रवेश किया और काबा के भीतर रखी हुई 360 मूर्तियों को तोड़ दिया और यह घोषणा की कि सच्चाई आ गई और झूठ भाग गया। इन दोनों घटनाओं के ठीक 1290 वर्ष बाद मसीह, महदी और कल्कि अवतार को आना था। इससे परिणाम यह निकला कि मसीह एवं इमाम महदी तेरहवीं शताब्दी (हिजरी) के अन्त में आएंगे। दानियेल नबी की इसी भविष्यवाणी के अनुसार ईसाईयों में सन् 1868 ई० में मसीह की प्रतीक्षा शुरु हुई, किन्तु मसीह न आए। तब एक पुस्तक मिस्टर जे.वी.डम्बल ने लिखी। इस पुस्तक का नाम था "The Appointed Time" इस पुस्तक में डम्बल साहिब ने लिखा है कि हमारे हिसाब से मसीह सन् 1898 तक अवश्य आ जाएंगे।

इस्लामी पुस्तकों से भी यह सिद्ध होता है कि इमाम महदी, तेरहवीं शताब्दी (हिजरी) के अन्त में आएंगे।

कुर्आन मजीद की सूरः सज्दह में आता है कि इस्लाम की शिक्षा धीरे-धीरे आकाश में जानी शुरु होगी और एक हज़ार वर्ष में आकाश पर चली जाएगी तथा इस्लाम में कमज़ोरी आ जाएगी यदि इस आयत के साथ हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा (सल्लअम्) की एक हदीस को भी मिला कर पढ़ा जाए तो फिर यह स्पष्ट हो जाएगा कि इस्लाम की शिक्षा से लोग कब विमुख होंगे तथा सुधारक की कब आवश्यकता होगी आप कहते हैं कि यह शताब्दी जिसमें मैं आया हूं सबसे उत्तम शताब्दी है। इसमें लोग सदाचारी होंगे। फिर दूसरी और तीसरी शताब्दी भी अच्छी रहेगी और इन शताब्दियों में मुसलमान सदाचारी तथा अच्छे कर्म करने वाले होंगे तथा आध्यात्मिक रूप में बहुत उन्नति करेंगे। इन तीनों शताब्दियों के बाद कमज़ोरी शुरु हो जाएगी, एक हज़ार वर्ष गुज़रने पर पाप बहुत बढ़ जाएंगे। उस समय इमाम महदी सुधारक के रूप में प्रकट होंगे। इसी प्रकार 'इब्नि माजा' की हदीस से यह स्पष्ट होता है कि हज़ार साल के बाद दो सौ साल गुज़रने पर महदी के निशानात ज़ाहिर होंगे और यही महदी के आविर्भाव का समय होगा यहां हिजरी सम्वत् से अभिप्राय है। हिजरी सम्वत् के 1200 साल गुज़रने पर तेरहवीं शताब्दी के अन्त में इमाम महदी प्रकट होंगे। इसकी पुष्टि एक और हदीस से होती है, जिसमें लिखा है कि हज़रत मुहम्मद मुस्तफ़ा (सल्लअम्) ने कहा कि जब 1240 वर्ष गुज़र जाएंगे तब परमात्मा इमाम महदी को भेजेगा। मानो हिजरी सम्वत् के 1240 साल गुज़रने के बाद इमाम महदी प्रकट होंगे। (अन्नजमुस्साकिब भाग 2, पृष्ठ 209)

इसी तरह 'शाह वलिउल्ला देहलवी' ने जो सुन्नी मुसलमानों में एक सम्मानित व्यक्ति गुज़रे हैं, यह कहा है कि इमाम महदी तेरहवीं शताब्दी हिजरी के अन्त में प्रकट होंगे।

(हुजजुल्किरामः पृष्ठ 394)

संसार की जातियां तेरहवीं शताब्दी (हिजरी) के अन्त में या बीसवीं शताब्दी ईसवी के आरम्भ में अपने-अपने सुधारक के आने की प्रतीक्षा कर रही थीं, कि परमात्मा ने अपनी अपार दया से हज़रत मिर्ज़ा गुलाम अहमद को क़ादियान की पवित्र भूमि में अवतार के रूप में भेजा। आप उन सब भविष्यवाणियों को पूरा करने वाले थे जो भिन्न-भिन्न धर्मों में इस समय एक सुधारक के आने के बारे में थीं।

सरकार तथा प्रजा या धनवान तथा निर्धन से सम्बन्धित इस्लामी नियम

इस शीर्षक के अनुसार सर्वप्रथम यह प्रश्न उत्पन्न होता है कि इस्लाम राज्य की क्या परिभाषा करता है ? इस प्रश्न का उत्तर यह है कि इस्लाम के निकट राज्य उस प्रतिनिधि व्यक्ति का नाम है जिस को लोग अपने सामूहिक स्वत्वों की रक्षा का कार्य सौंपते हैं इस परिभाषा के अतिरिक्त अन्य कोई तात्पर्य इस्लामी दृष्टिकोण के अनुसार नहीं एवं प्रतिनिधि राज्य (Representative Government) के अतिरिक्त इस्लाम और किसी राज्य को स्वीकार नहीं करता । पवित्र क़ुर्आन ने इस तथ्य को एक अति गूढ़ और सूक्ष्म शब्द द्वारा अभिव्यक्त किया है और वह शब्द "अमानत" (Trust) है । पवित्र क़ुर्आन राज्य को 'अमानत' अर्थात् धरोहर कहता है अर्थात् वह अधिकार लोगों ने किसी व्यक्ति को दिया हो । वह नहीं जो उसने स्वयं अर्जित किया हो अथवा पैतृक सम्पत्ति में उसे प्राप्त हो गया हो । यह एक शब्द ही इस्लामी राज्य की सम्पूर्ण विद्याओं को दर्शाने के लिए पर्याप्त है ।

पवित्र क़ुर्आन में राज्य का वर्णन सम्राटों से प्रारम्भ कर के प्रजा की ओर नहीं चलाया गया । अपितु राष्ट्र की जनता से प्रारम्भ करके हाकिम तथा अधिकारी की ओर ले जाया गया है । मेरे निकट उसका पूर्ण आनन्द नहीं आएगा जब तक उस आयत को ही उपस्थित न कर दूं जिस में इस्लामी सरकार तथा उसके कर्त्तव्यों को अति संक्षिप्त किन्तु सम्पूर्ण शब्दों में अभिव्यक्त किया गया है । परमेश्वर का कथन है :-

कि परमेश्वर तुम को आदेश देता है कि राज्य की धरोहरों को उनके अधिकारियों के ही सुपुर्द करो, एवं जब हे अधिकारी वर्ग । तुम अधिकारी बन जाओ तो न्याय के साथ राज्य करो । परमेश्वर जिस बात की तुम को शिक्षा देता है वह बहुत अच्छी है तथा परमेश्वर सुनने वाला तथा जानने वाला है । (सूर: निसा)

इस आयत में सर्व प्रथम प्रजा को ही सम्बोधन किया है कि अधिकारी बनाना तुम्हारे अधिकार में हैं । तुम्हारे अतिरिक्त अन्य कोई व्यक्ति अधिकारी बनाने का अधिकार नहीं रखता । इसका तात्पर्य यह है कि पैतृक सम्पत्ति के रुप में कोई व्यक्ति राज्य का स्वामी अथवा अधिकारी नहीं बन सकता । किसी को अधिकार नहीं कि किसी का पुत्र होने के कारण ही लोगों के कन्धों पर राज्य का जुआ रखे । दूसरी बात यह बताई कि यह राज्य के स्वत्व बहुमूल्य वस्तुएं हैं । जिस प्रकार धरोहर मूल्यवान होती है । अतएव किसी ऐसे व्यक्ति को न सौंपना चाहिए जो उसके योग्य हो न अपितु उसी व्यक्ति को सौंपना चाहिए जो ईमानदारी से इस अमानत और धरोहर की रक्षा कर सके ।

तृतीय आदेश यह दिया गया है कि चूंकि राज्य कोई स्थायी वस्तु नहीं अपितु उन अधिकारों को किसी व्यक्ति को सौंप देने का नाम है जिनको अधिक लोगों का सामूहिक कार्य होने के कारण लोग व्यक्तिगत ढंग से नहीं चला सकते । अतएव उसको धरोहर समझना चाहिए क्योंकि वे स्वत्व तथा कर्त्तव्य जिनके संयोग का नाम राज्य है किसी व्यक्ति की पैतृक सम्पत्ति अथवा उसकी निजी जायदाद नहीं अपितु सामूहिक रुप में समाज ही उसका स्वामी है ।

चौथा आदेश राज्य के एक अधिकारी को यह दिया गया है कि जो कुछ तुम को दिया जाता है वह चूंकि धरोहर के रुप में है उस को उसी प्रकार सुरक्षित तथा उस में किसी प्रकार का विकार अथवा दूषित किए बिना अपनी मृत्यु के समय वापस लौटाना होगा अर्थात् राज्य की पूर्ण रक्षा एवं देशवासियोंके स्वत्वों की सुरक्षा करनी होगी एवं यह तुम्हारा अधिकार न होगा कि उस स्वत्व में कोई हानि पहुंचाओ ।

पांचवां आदेश इस आयत से यह निकलता है कि अधिकारियों को चाहिए कि राज्य-काल में जनता के अधिकारों की पूर्ण रुप से रक्षा करें एवं किसी प्रकार की कलह न करें इस आयत से यह भी विदित होता है कि मुसलमान इस क्षेत्र में दुर्बलता दिखाएंगे एवं अन्य जातियों का अनुकरण करते हुए पुनः साम्राज्यवाद की ओर चल पड़ेंगे परन्तु परमेश्वर का इस के पश्चात् कथन कि जो आदेश हम ने दिया है कि पैतृक सम्पत्ति के रुप में साम्राज्य के निकट भी न जाओ अपितु निर्वाचन के द्वारा श्रेष्ठ तथा कुशाग्र बुद्धि रखने वाले लोगों को शासन कार्य के लिये निर्वाचित किया करो । वही अच्छा और लाभप्रद है और परमेश्वर सुनने वाला तथा देखने वाला है अर्थात् संसार की विपत्तियों को देख कर और उन की प्रार्थनाओं को श्रवण कर के हमने यह शासन पद्धति तु को प्रदान की है, अतः इस से उपेक्षावृत्ति एवं कृतघ्नता का प्रदर्शन न करना ।

उपर्युक्त आयतों से यह तो स्पष्ट ही हो गया कि इस्लामी सरकार प्रजातन्त्र होती है तथा साथ ही प्रतिनिधि सरकार भी अर्थात् यह समझा जाता है कि बादशाह राष्ट्र के लोगों का व्यक्तिगत रुप में नहीं अपितु सामूहिक रुप में प्रतिनिधि है । किन्तु अब मैं इस्लामी शासन की एक संक्षिप्त रुपरेखा प्रस्तुत करता हूं जिस से उस के सभी पक्ष मस्तिष्क में सुरक्षित हो सकें ।

इस्लाम का यह आदेश है कि मुसलमान मिल कर एक ऐसे व्यक्ति को जिसे वे उस कार्य के योग्य समझें निर्वाचित करें कि वह शासन की बागडोर अपने हाथ में ले । उस व्यक्ति का निर्वाचन पश्चिमी राष्ट्रों के प्रेज़ीडेंटों की भांति कुछ वर्षों के लिये नहीं होता अपितु सम्पूर्ण आयु के लिये होता है एवं उस निर्वाचन के पश्चात फिर परमेश्वर ही उस को उस आसन से पदच्युत कर सकता है अर्थात् मृत्यु देकर । उस व्यक्ति के हाथ में समस्त वह शक्तियां तथा अधिकार होते हैं जो शासन को प्राप्त होते हैं किन्तु उस व्यक्ति का कर्त्तव्य होता है कि अपनी समस्त आयु को राष्ट्र के कल्याण के लिये अर्पण कर दे, न कि अपनी मान प्रतिष्ठा एवं बड़ाई प्राप्त करने के लिये । सरकारी कोष के धन पर उस का निजी कोई अधिकार नहीं । हां, देश की आवश्यकता पर उस कोष के धन का प्रयोग कर सकता है । वह अपने लिये स्वयं वेतन निश्चित नहीं कर सकता अपितु आवश्यक है कि मुसलमानों के परामर्शदाताओं की सभा उस का वेतन निश्चित करे । उस का कर्त्तव्य है कि परामर्शदाताओं की एक सभा के द्वारा देश की जनता का सर्वसाधारण जनमत ज्ञात करता रहे एवं जब आवश्यक हो, एक सर्वसाधारण घोषणा कर के समस्त जनता से उन का मत ज्ञात करे ताकि यदि किसी समय देश के प्रतिनिधियों एवं राष्ट्र के साधारण जनमत का विरोध हो जाए तो देश के साधारण जनमत का ज्ञान हो सके । उस से आशा की जाती है कि बहुमत का आदर करे, किन्तु चूंकि यह प्रत्येक प्रकार के राजनैतिक पक्षपात से ऊपर उठ चुका है एवं राज्य में उस को निजी कोई लाभ नहीं अतएव उस के मत के विषय में विश्वास किया है कि सर्वथा निष्पक्ष होगा । उसे केवल देश तथा जाति का लाभ ही अभीष्ट होगा एवं इस लिए भी देश के साधारण जनमत का प्रतिनिधि होने के कारण यह विश्वास किया जाता है । इस्लाम वचन देता है कि उसे परमेश्वर की ओर से विशेष रुप से सहायता प्राप्त होगी ।

बब्बल प्रिंटिंग प्रैस कादियां फोन 20121

प्रिन्टर व पब्लिशर मुनीर अहमद हाफ़िज़ाबादी